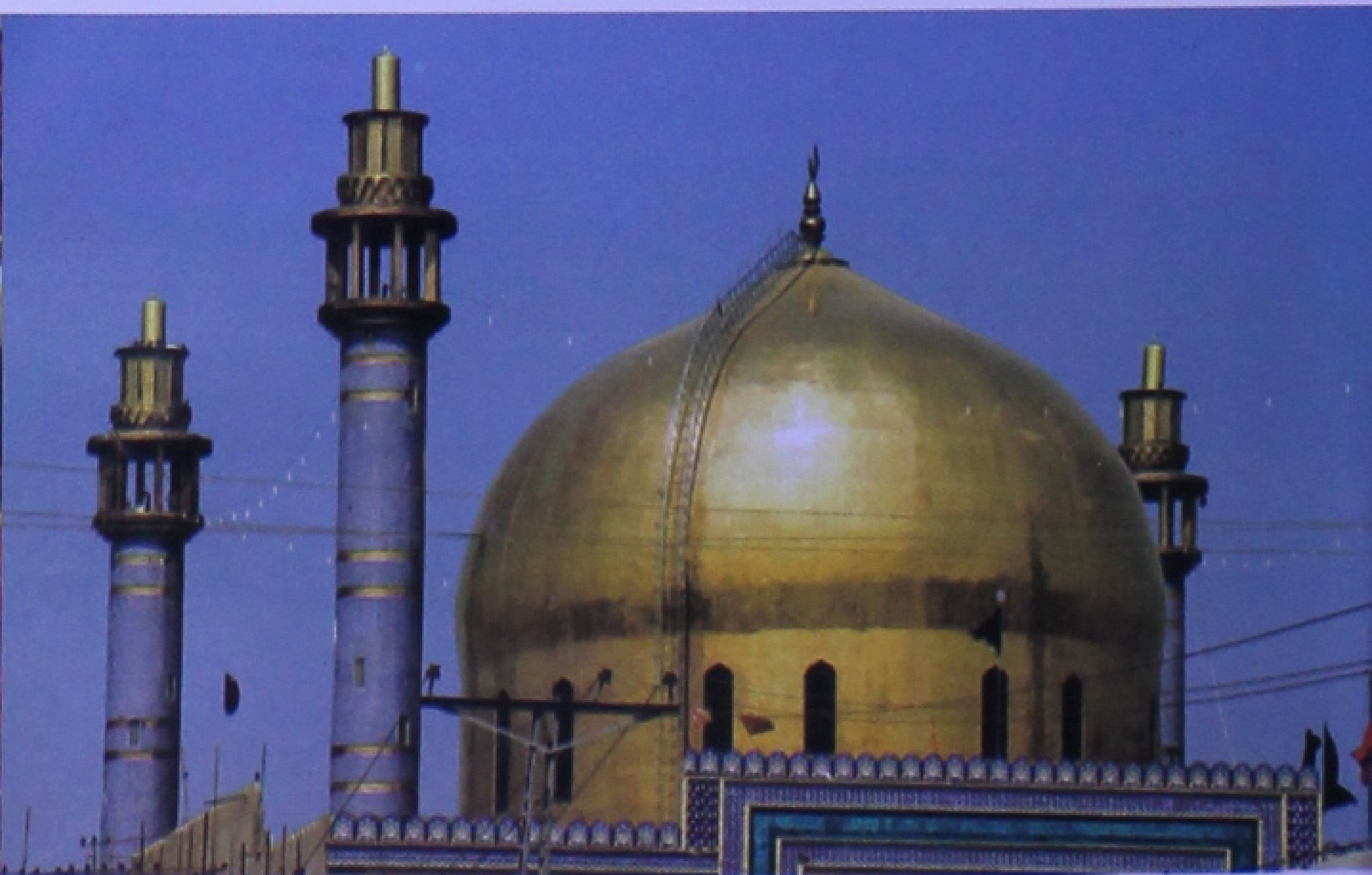
حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے سو واقعات پر خوبصورت کتاب

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ

کے سو (۱۰۰) واقعات







تالیف:
قاری گلزار احمد مدنی

اسلام بک ڈپو
042-37112941

حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ
کے سو 100 واقعات پر مشتمل خوبصورت کتاب

حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ

کے سو 100 واقعات

ترتیب جدید و اضافہ

قاری گلزار احمد مدنی

مصنف کتب کثیرہ عملیات تعویذات طلسمات اعداد و روحانیات

اسلام بک ڈپو
۱۲ گنج بخش روڈ لاہور
فون: 042-37112941

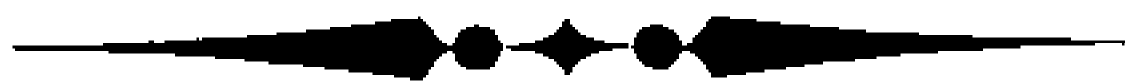
بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے 100 سو واقعات

مرتب .... قاری گلزار احمد مدنی

بار اول	مارچ 2014ء
پرنٹرز	آصف صدیق پرنٹرز
تعداد	1100/-
ناشر	چوہدری غلام رسول ۔ میاں جواد رسول

فہرست مضامین



میری عرض

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ۔
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡکَ یَارَسُوۡلَ اللّٰہ۔ امابعد

اللہ تبارک وتعالیٰ کے بابرکت اور مبارک نام سے آغاز کرتا ہوں جو بلاشبہ بہت ہی زیادہ مہربان اور رحم والا ہے۔ ہمارے پیارے رسول خاتم النبیین، شفیع المذنبین، تاجدار انبیاء، افضل البشر، محسن کائنات، خاتم المرسلین، آقائے دو جہاں حضور نبی کریم ﷺ پر لاکھوں، کروڑوں درود نیز آپ ﷺ کی آل، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور صحابیات رضی اللہ عنہن پر بھی لاکھوں کروڑوں سلام۔

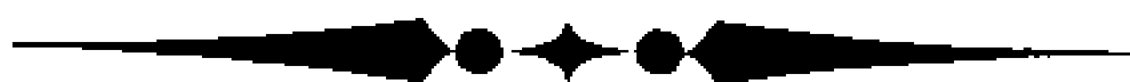
کسی بھی سالک راہِ حق کے لئے ضروری ہے کہ وہ دنیا اور اہل دنیا کی جانب متوجہ نہ ہو اور لوگوں کے مال سے اسے کچھ غرض نہ ہو اور نہ ہی دنیاوی مال اور زمین و مکان کا لالچ کرے اگر سالک راہِ حق دنیا اور اہل دنیا سے اپنا تعلق منقطع کرلے گا اور اپنی تمام امیدوں کا مرکز و محور اللہ عزوجل کو بنائے گا تو پھر اس کا تعلق مالک حقیقی سے مضبوط ہوگا۔ نیز سالک راہِ حق کو چاہئے کہ وہ قضائے خداوندی پر راضی رہے اور ہر امر کو منجانب اللہ عزوجل تصور کرتے ہوئے صبر و رضا کے دامن کو ہاتھ سے نہ

چھوڑے۔

حضرت لعل شہباز قلندر سرکار رحمۃ اللہ علیہ بلاشبہ وہ عظیم الشان شخصیت ہیں کہ جن سے قلندر کے لفظ کی پہچان ہوئی کیا اس بات میں کوئی شک وشبہ ہے کہ جب بھی لفظ قلندر سنا جاتا ہے تو ذہن میں فوری طور پر حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ ہی کا نام مبارک آتا ہے۔

ہمارے پیش نظر کتاب ''حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے سو (۱۰۰) واقعات'' کی ترتیب کا مقصد یہی ہے کہ ہم اپنے پڑھنے والے قارئین کرام کو اللہ تعالیٰ کے ان برگزیدہ بزرگوں کے حالات و واقعات سے روشناس کرائیں تاکہ وہ ان کی تعلیمات پر صحیح طور پر عمل پیرا ہوسکیں اور اپنی زندگیوں کو اسلام کے صحیح اصولوں کے مطابق گزارسکیں۔ نیز میری اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مؤدبانہ گزارش ہے کہ وہ اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ میرے تمام کردہ اور ناکردہ گناہوں کو معاف فرمائے اور مجھے روزِ محشر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین

قاری گلزار احمد مدنی



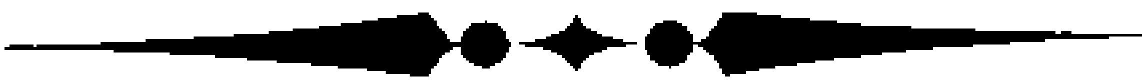
واقعہ نمبر ①:

حقیقت قلندر

جب سالک اپنے مقصد میں کامیاب و کامران ہو جاتا ہے تو اس کی صفت قلندر کہلاتی ہے۔ قلندر کا ذکر برحق ہے اور اس کی کل کائنات کا محور ذاتِ حق ہے۔ قلندر خود کو بھول کر صرف خالق حقیقی کا ہو جاتا ہے' دنیا کو ترک کر دیتا ہے اور نفسیاتی لذتوں سے پاک ہو جاتا ہے۔

قلندر چونکہ خود کو دنیاوی خواہشات سے دور رکھتا ہے اس لئے مجرد ہوتا ہے اور قلندر کا نفس معبود کے تابع ہوتا ہے۔ پس خود کو نظر انداز کر دینا اور خاص رب العزت کا ہو جانا ہی قلندری ہے۔

سالک کو قلندر بننے کے لئے چھ صفات کا ہونا ضروری ہے اور اگر ان چھ صفات میں سے کوئی ایک بھی نامکمل ہو یا ناقص ہو تو پھر وہ قلندر نہیں ہے۔

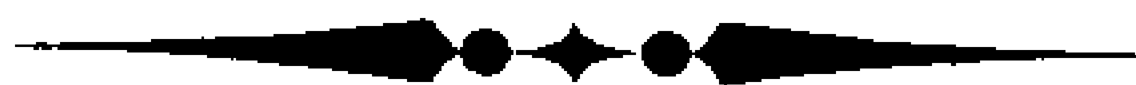


واقعہ نمبر (۲):

قلندر کی صفات

قلندر کی صفات ذیل ہیں۔

۱۔ صحیح العقیدہ ہونا
۲۔ عمل صالح کرنا
۳۔ اوصافِ حمیدہ کا مالک ہونا
۴۔ معاملات کو درست رکھنا
۵۔ مرشد کی اطاعت کرنا
۶۔ صبر و استقلال کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دینا

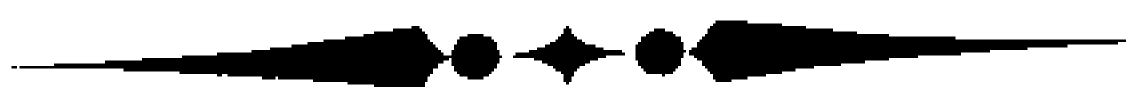


واقعہ نمبر (۳):

قلندری سلسلہ کی بنیاد

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور وہ اس روایت کو حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں نجد سے ایک اعرابی حاضر ہوا اور درخواست کی کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جس سے میں جنت کا مستحق ہو سکوں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ رب العزت کی عبادت کرو' کبھی شرک نہ کرو' فرض نماز باجماعت ادا کرو' زکوٰۃ دو' رمضان المبارک کے روزے رکھو۔ اس اعرابی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کچھ اور بھی بتائیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر تم کثرت کے ساتھ نوافل ادا کیا کرو۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سننے کے بعد اس نجدی نے اللہ رب العزت کی قسم کھاتے ہوئے کہا کہ جب تک مجھے ایک سانس بھی باقی ہے میں اس میں کمی و بیشی نہ کروں گا۔ جب وہ نجدی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس سے رخصت ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جنتی ہونے کی بشارت دی۔



واقعہ نمبر ۴:

مجذوبیت یا قلندری

مجذوبیت یا قلندری درحقیقت سکر کا مظہر ہے ارباب سکر سماجی نفاق پر کاری ضرب لگاتے ہیں رسوم و عادات کو تہس نہس کرتے ہیں اور محض حسن نیت اور اخلاص کو باقی رہنے دیتے ہیں۔ قلندری جذب و سکر کی دو رخی حیثیت اتنی ہی قدیم ہے جتنی کے تصوف کی تاریخ اور تصوف کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنا کہ مذہب اسلام جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ سے رہے گا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے اس کو کامل دین قرار دیا ہے۔ اسلام کے اندر کسی غیر اسلامی فلسفہ کو دخل حاصل نہ رہے گا اس لحاظ سے قلندرانہ افعال اور سکر و جذب کی کیفیات کیونکہ غیر اسلامی ہو سکتی ہیں اس لئے سکر و جذب کو غیر اسلامی کہنا متعصب ہونے کی نشانی ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ ایمان کا نور پہلے عقل میں اور پھر قلب میں مشتمل ہو کر اس حد تک غالب آجائے کہ وہ دنیا کے مصالح اور اس کے نفع ونقصان کو بھول جائے اور ایسی اشیاء سے محبت کرنے لگے جن سے کہ انسان حسب معمول طبعاً محبت نہیں کرتا۔

حضور نبی کریم ﷺ کے بیشتر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ تاریخ اسلام میں کئی مشہور بزرگ اسی مسلک سے وابستہ رہے جن میں حضرت رابعہ بصری علیہا الرحمۃ' حضرت حسین بن منصور حلاج' حضرت شرف الدین بوعلی قلندر' حضرت لعل شہباز قلندر' حضرت بابا بلھے شاہ اور حضرت سرمد شہید رحمہم اللہ کے نام نمایاں ہیں۔

واقعہ نمبر ۵:

قلندر کے لئے سرخ رنگ کا انتخاب کیوں؟

سرخ رنگ ایک ایسا رنگ ہے جسے لعل بدخشاں کی مئے ارغوانی سے منسوب کیا گیا ہے اور اس کو رب فیاض عزوجل کے لطف و کرم اور جلال کا مظہر قرار دیا گیا ہے۔ اس کو ریاغ گل سرخ خون شہداء سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اسے کربلا کی مٹی کی سرخی اور خون رنگ کا امتزاج قرار دیا گیا ہے۔ یہی وہ رنگ ہے جو اندلس کے الحمراء کی پہچان بنا اور سلطنت عثمانیہ کی داستان حیات بنا۔ اسی رنگ کی تراکیب اقبال نے گلاہِ لالہ سے منسوب کر کے اندلس کی شان و شوکت کا ماتم منایا۔ یہی وہ رنگ ہے جو دور جدید کے مزدوروں نے اپنا نشان قرار دیا اور اس کو موجودہ دور میں کمیونزم کا مظہر قرار دیا گیا۔

ہمیں افسوس کے ساتھ یہ بات کہنا پڑتی ہے کہ اس رنگ کی حقیقی رمزیت کو جاننے کی کسی نے بھی کوشش نہیں کی اور محض اپنی خیال آرائی کے سہارے اس کی مختلف توجیہات پیش کی ہیں اور کسی حد تک ہمارے علم و ادب اور تاریخ و تمدن میں اسے فائق و رائج بھی کیا گیا ہے۔

سرخ رنگ کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اسے حضور نبی

کریم ﷺ نے سرخ لباس کی شکل میں اکثر و بیشتر زیب تن فرمایا ہے۔

شمائل ترمذی میں مذکور ہے کہ اس رنگ کے شرف کا یہ عالم رہا ہے کہ فتح مکہ کے وقت۔ یہی رنگ حضور نبی کریم ﷺ کی رفاقت کا واضح مظہر نظر آتا ہے اور اس وقت یہ مظہر جلالی کا عجب نظارہ پیش کرتا ہے۔

اسی طرح غزوہ بدر میں جس صحابی رسول ﷺ کو متجر قرار دیا جاتا ہے اور سراہا جاتا ہے ان کے سر پر بطور نشان مجاہد سرخ رومال باندھ دیا گیا تھا اور جس پر اس صحابی رسول ﷺ کو فخر و غرور حاصل ہوا تھا۔

یہی وہ رنگ ہے جس نے میدان کربلا کو سرخی شہداء سے روشن کر کے تاریخ میں اپنی اہمیت واضح کی ہے۔ اسی نشان کو بزرگان عظام نے مظہر جلالیت و جمالیت الٰہی قرار دے کر اپنایا اور تصوف کا ایک جزو لازمی قرار دیا۔

سرخ رنگ کی رمزیت یہ ہے کہ جذبہ کا رنگ ہے۔ موجود لمحہ کا رنگ ہے غلبہ الٰہی کا رنگ ہے' مجاہد کا رنگ ہے' شہید کا رنگ ہے' بحیثیت کل مولائے کل فخر فقر عالمین سیدنا امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا رنگ ہے اور جن سے فقر و قلندر کی راہیں ہموار ہوئیں تھیں۔

یہی وہ رنگ ہے جو مدینہ و نجف کی خاک کا سرمہ حیات بنا اور اسی رنگ نے کفر و الحاد کے منجدھار میں طوفان بپا کر کے کشتی و ایمان کو قوت استقامت بخشی اور دوستان محبت الٰہی کو قمطراز کیا۔

اسی لئے تصوف میں بالعموم اور سلسلہ قلندریہ میں بالخصوص اس سرخ رنگ کو ان تمام جذبوں کا سرمایہ قرار دیتے ہوئے اولیت بخشی گئی اور ہر بات کو سرخ رنگ کی رمزیت کے دائرہ میں پرکھ کا ذریعہ بنایا اور سرخ لباس پہن کر معاشرے میں اپنے آپ کو نمایاں کیا اور یہی سرخ رنگ قلندر کی پہچان بنا اور سرمایہ حیات قرار پایا۔

واقعہ نمبر ۶:

قلندر کے لئے پابندی اصول

ہر قلندر کو ذیل کے اصولوں کا پابند ہونا ضروری ہے۔

۱۔ اللہ رب العزت کی وحدانیت کا اقرار کرنا اور دل سے اس کی تصدیق کرنا۔

۲۔ ملائکہ کے وجود کو تسلیم کرنا اور کائناتی نظام میں ان کی تعیناتی کا یقین رکھنا۔

۳۔ تمام آسمانی کتب پر صدقِ دل سے ایمان لانا اور ان میں بیان کئے گئے احکامات کو درست جاننا۔

۴۔ اللہ رب العزت کی جانب سے بھیجے گئے تمام پیغمبروں کو سچا ماننا۔

۵۔ روزِ محشر پر ایمان رکھنا' سزا و جزا اور جنت و دوزخ کو تسلیم کرنا۔

۶۔ قرآن مجید کو آخری آسمانی کتاب تسلیم کرنا اور اس کے احکامات پر عمل پیرا ہونا۔

۷۔ حضور نبی کریم ﷺ کو آخری نبی تسلیم کرنا اور انہیں تمام مخلوقات سے اعلیٰ و افضل تسلیم کرنا۔

حضرت شاہ حسین بلخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قلندر کے بیاید در عبادت
قلندر کے بگنجد در اشارت

واقعہ نمبر (۷):

قلندری مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں

قلندر ایک خاص اصلاح ہے قلندر یہ ایک طبقہ اولیاء اللہ میں ہوتا ہے جو ایک خاص مذاق اور ایک مخصوص رنگ نسبت سے مشرف ہوتا ہے جن میں اولیاء اللہ کو ہر وقت حق تعالیٰ شانہ کے ساتھ ایک خاص کیفیت استحضاری نصیب ہو جاتی ہے اور ان کے سر پر ہر وقت نسبت کا گویا ایک پہاڑ رکھا ہوتا ہے ایسے حضرات بظاہر تکثیر نوافل اور تکثیر وظائف میں مشغول نظر نہیں آتے ہیں لیکن ان کے باطن پر کسی وقت غفلت اور ذہول طاری نہیں ہوتا ہے یہ حضرات تکثیر اوراد اور وظائف سے زیادہ اس امر کا اہتمام رکھتے ہیں کہ قلب ایک لمحہ کو بھی حق تعالیٰ شانہٗ سے غافل نہ ہو اسی مذاق کا نام مذاق قلندری ہے۔ بہرحال قلندر کو جاننے کے لئے ایک پیہم سعی اور ذہنی فکر و عمل کی ضرورت ہے اور جس نے اس کو جان لیا وہ اسی کا ہو رہا اور حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے اس پیغام کو جاننے کا نام ہی قلندر بن جاتا ہے۔

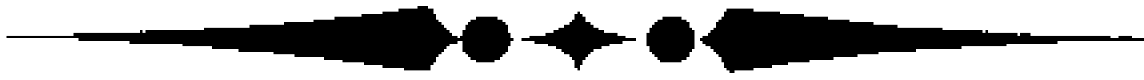
جام مہر علی ز درد ستم
بعد از جام خوردہ ام ہستم
کر اندر قلندری بستم
از دلِ پاکِ حیدری ہستم

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

اور جب یہ جذبہ فزوں تر ہو کر قلندر کا اعمال نامہ بن جاتا ہے پھر بقول ڈاکٹر علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ:

دبدبۂ قلندری، طنطنۂ سکندری
آں ہمہ جذبۂ کلیم ایں ہمہ سحر سامری

اور پھر اسی کی بدولت قلندر روحانی فتوحات اس طرح حاصل کرتا ہے کہ مقابلتہً بڑے سے بڑے نامی گرامی بادشاہ کی پر ہیبت افواج بھی حاصل نہیں کر پاتیں۔ قلندری نے ثقافت اسلامیہ میں ایک ایسے فکری و روحی ادارہ کو ابھارا جس سے بے نفسی، بے لوث اظہار حق، بے پناہ قناعت جیسی عظیم و لازوال اقدار پروان چڑھتی ہیں پھر خود قلندری کو محض ظواہر تک محدود نہیں رہنے دیا گیا۔



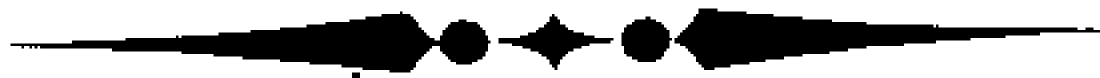
واقعہ نمبر ۸:

لقب لعل کی وجہ تسمیہ

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ بالعموم سرخ لباس پہنا کرتے تھے اسی لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو لعل کہا جاتا ہے۔

مراۃ الکونین اور تذکرۃ الانساب کے مطابق آپ رحمۃ اللہ علیہ کو لعل اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ عموماً لال رنگ کے کپڑے پہنا کرتے تھے جبکہ ان کے زمانہ عصر کے ایک اور بزرگ حضرت جلال الدین سرخ بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی سرخ رنگ کا لباس پہنتے تھے اور انہیں اپنے مرشد کی جانب سے سرخ کا خطاب عطا ہوا تھا۔

کتب سیر میں حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے سرخ لباس زیب تن کرنے کی وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ چونکہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سرخ لباس زیب تن کیا کرتے تھے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے نواسے کو سرخ لباس میں پسند کیا تھا اسی لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی سرخ لباس زیب تن کیا کرتے تھے۔

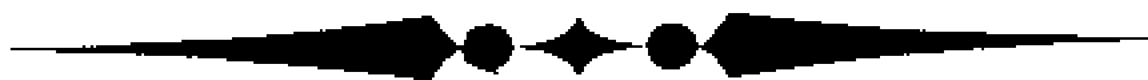


واقعہ نمبر ۹:

سیف اللسان اور مخدوم لقب ملنے کی وجہ تسمیہ

قلندر نامہ سندھی اور تاریخ سروری کے مطابق آپ رحمۃ اللہ علیہ کو سیف اللسان کا لقب اس لئے حاصل ہوا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ جو کچھ بھی اپنی زبان سے فرماتے تھے وہ فی الفور پورا ہو جاتا تھا۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے لقب مخدوم کے متعلق منقول ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ چونکہ علوم ظاہری و علوم باطنی پر کامل دسترس رکھتے تھے اسی لئے مخدوم کے لقب سے ملقب ہوئے۔

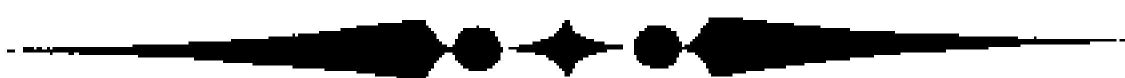


واقعہ نمبر ۱۰ :

قلندر اور مہدی لقب ملنے کی وجہ تسمیہ

قلندر کا لقب بمطابق قلندر نامہ سندھی اس لئے حاصل ہوا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ساری زندگی قلندری اختیار کئے رکھی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ ہمہ وقت جذب وسکر کی کیفیت میں رہتے تھے۔ اکثریت ان کو حق پرست ہونے کے ناطے ان پر مہدی ہونے کا گمان رکھتی ہے کیونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہر لحاظ سے اولیاء کی طرح صلح جو طبیعت کے مالک تھے۔ اہل حکومت، اول سید محمد بخش و شیخ ادریس رومی اور شاہ نعمت اللہ ولی اور شہباز قلندر اسی طریق سے ہیں اور قلندرانہ انداز میں اتباع رکھتے ہیں اور یہ سب کچھ اس مرد صالح میں پایا جاتا ہے اسی لئے ان کو مہدی آخر الزماں بھی کہا جاتا ہے۔

تذکرہ الانساب، معراج الولایت اور مراۃ الکونین کی روایات کے مطابق حضرت غوث بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں اپنا مرید کرنے کے بعد "قلندر شہباز" کا لقب دیا تھا لیکن اس کی تصدیق کسی مصدقہ ذریعہ سے نہیں ہوتی البتہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس عہد میں ہوئے ہیں اور ان سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اچھے روابط ضرور تھے۔



واقعہ نمبر (۱۱):

لقب شہباز ملنے کی وجہ تسمیہ

لقب شہباز کی وجہ تسمیہ:

حضرت سید عثمان مروندی رحمۃ اللہ علیہ بہ لقب لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھیں چونکہ شہباز کی مانند چمکتی تھیں اس لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد حضرت بابا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اس خطاب سے نوازا تھا۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ اپنے بزرگ دوستوں کے ہمراہ سفر میں تھے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اچانک اپنا مرید یاد آ گیا۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے جب اس کے حال پر نظر کی تو یہ تکلیف دہ منظر دیکھا کہ سپاہی اسے کھینچتے ہوئے پھانسی کے گھر کی طرف لے جا رہے ہیں۔

یکا یک مغرب سے سیاہ آندھی اٹھی اور چاروں طرف پھیل گئی اور ہر طرف اندھیرا ہو گیا۔ پھر گرد و غبار صاف ہوا تو سپاہی حیرت و خوف سے ایک دوسرے کا منہ دیکھ رہے تھے اور وہ قیدی غائب تھا جسے کچھ دیر کے بعد پھانسی دی جانے والی تھی۔ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرید کو چھڑا کر لے گئے تھے۔

قلندر کے اس روحانی تصرف کو دیکھ کر ان کے ہم عصر بزرگوں نے انہیں شہباز کا لقب دیا تھا۔

واقعہ نمبر ۱۲ :

سلسلہ نسب

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب تیرھویں پشت میں حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے اس طرح ملتا ہے۔

بحوالہ ماثر الکرام از سید غلام علی آزاد، لب تاریخ سندھ از خداداد خان!

۱۔ حضرت عثمان مروندی (سیستانی) عرف لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ بن حضرت سید کبیر رحمۃ اللہ علیہ

۳۔ بن حضرت سید شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ

۴۔ بن حضرت سید نور شاہ رحمۃ اللہ علیہ

۵۔ بن حضرت سید محمود شاہ رحمۃ اللہ علیہ

۶۔ بن حضرت سید احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ

۷۔ بن حضرت سید ہادی رحمۃ اللہ علیہ

۸۔ بن حضرت سید مہدی رحمۃ اللہ علیہ

۹۔ بن حضرت سید منتخب رحمۃ اللہ علیہ

۱۰۔ بن حضرت سید غالب رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۔ بن حضرت سید منصور رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۔ بن حضرت سید اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ

۱۳۔ بن حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ

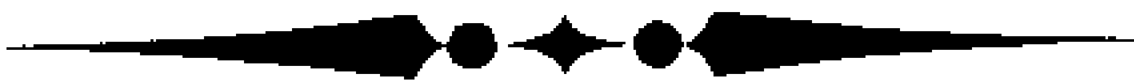
جبکہ قلندر نامہ سندھی از حکیم محمد سیوہانی صاں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا شجرہ نسب یوں ہے۔

۹۔ حضرت سید منتخب رحمۃ اللہ علیہ

۱۰۔ بن حضرت سید منصور رحمۃ اللہ علیہ ہے اور اس طرح ایک پشت کم کر دی گئی ہے۔

قلندر نامہ، لب تاریخ سندھ اور تاریخ کنز الانساب کے مطابق سید محمد شاہ، سید نور شاہ کے والدین جبکہ تحفتہ الکرام کے مطابق سید محمد شاہ، سید نور شاہ کے دادا ہیں۔ اس طرح کے اختلافات مختلف کتب میں دیئے گئے تمام شجروں میں موجود ہیں۔

الشہباز کے مصنف سیوہانی نے سید منتخب تک لب تاریخ سندھ کا شجرہ دیا ہے اور اس سے آگے باقی شجرہ تاریخ اولیاء گجرات سے لیا ہے۔



واقعہ نمبر (۱۳):

والد بزرگوار

حضرت سخی لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے والد بزرگوار سید کبیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت مروند میں جمادی الثانی ۵۵۰ ہجری میں ہوئی جب کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۵۹۰ ہجری بعمر چالیس سال ہوا۔

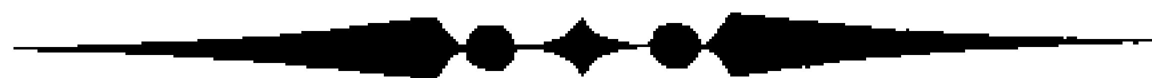
حضرت شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے والد کو کتب سیر کے مطابق ابراہیم جوابی رحمۃ اللہ علیہ کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ مسائل غسل و وضو پر طالب علموں کی ایک جماعت نے آپ رحمۃ اللہ علیہ پر بہت سے سوال کئے جن کے جوابات آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت سہل اور جامع لفظوں میں فی الفور دیے جن کی بناء پر آپ رحمۃ اللہ علیہ جوابی کہلانے لگے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو سیر و سیاحت کا بے حد شوق تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مزار اقدس کی زیارت کے لئے کربلا معلی تشریف لے گئے اور وہاں سے معرفت ولایت کے پراسرار رموز میں بے پناہ آگہی حاصل کی۔

حضرت سید کبیر الدین رحمۃ اللہ علیہ ہمہ وقت عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے۔ حضرت سید کبیر الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ درجات عرفان میں یکتائے زمانہ تھے۔ انہوں نے اپنی آخری عمر میں بادشاہ وقت کی صاجزادی سے شادی کی جو کہ ایک خواب کی مرہون منت ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم نے خواب میں دیکھا کہ قلندروں کی ایک جماعت دف بجا بجا کر گا رہی ہے اور بلند آواز سے کہتی جا رہی ہے کہ سید ابراہیم کبیر

واقعہ نمبر (۱۴):

ماں کی اطاعت وخدمت گزاری

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ بیس برس تک اپنی والدہ محترمہ ہی کے پاس رہے۔ دل تو چاہتا تھا کہ اپنے گاؤں سے باہر جا کر بھی علم دین حاصل کریں مگر جب بھی ارادہ کیا تو ماں کی اطاعت نے راستہ روک لیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا۔ یہ سلسلہ قریباً بیس سال تک چلتا رہا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جوانی وشباب کے ایام والدین کی خدمت اور اطاعت گزاری میں گزار دیئے۔



واقعہ نمبر ⑮:

مروند

مروند کے بارے میں کتب تواریخ میں بے شمار مختلف روایات پائی جاتی ہیں اور ان روایات میں مطابقت پیدا کرنا ایک عام انسان کے لئے ازحد مشکل ہے۔
بہرحال مختلف روایات کا جائزہ حسب ذیل ہے۔

حکیم فتح محمد سہوانی نے اپنی تصنیف قلندر نامہ سندھی میں صہ ۵ پر یوں تحریر کیا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اصل وطن "مروکد" ہے جو کہ آذربائیجان اور تبریز کے عین وسط میں واقع ہے اور ایران کا ایک مشہور قصبہ ہے۔

صاحب لب تاریخ از خداداد خان کے دعویٰ کے مطابق آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اصل وطن مہمند ہے جو کہ افغانستان میں ہرات کے پرگنہ کے قرب و جوار میں واقع ہے اور افغانستان کا ایک قصبہ ہے۔

مآثر الکرام کے مصنف از سید غلام علی آزاد بلگرامی کے مطابق!
بحوالہ تذکرہ مشائخ سندھ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وطن "مرند" تبریز کے دیہات میں سے ایک دیہہ ہے۔

آب کوثر کے مصنف شیخ اکرم اور "روزنامہ الوحید" کے سندھ آزاد نمبر کے مطابق!

"آپ رحمۃ اللہ علیہ آذربائیجان (آرمینیا) کے گاؤں مرند میں پیدا ہوئے۔"

محبوب علی چند کے مطابق آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وطن مبارک مرندی ہے۔

ان حقائق کی روشنی میں اگر بغور جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ قدیم تواریخ، قدیم جغرافیاؤں اور سفر ناموں میں کسی شہر کا نام نہیں ملتا۔ اس لئے یہ عین ممکن ہے کہ یہ نام درحقیقت مرندی ہے جبکہ مقابلتہً مرو نامی شہر کا نام ملتا ہے جو کہ ہرات کے شمال میں ''کشک'' نامی شہر کے قریب ہے جو افغانستان اور سابقہ روس موجودہ ترکستان کی سرحد پر واقع ہے اور ''وادی کشک'' ۱۴۰ میل شمال میں ایک خشک لق و دق صحرا کے اندر خیابان ہے اور یہ شہر بے حد قدیم ہونے کے ناطے سکندر اعظم کے عہد میں بے انتہا عالیشان شہر تھا اور اس زمانہ میں علم و عرفان اور دولت کا مرکز تھا۔

بقول نامور مورخ اصطغری ابن موتل اور مقدسی!

مرو نامی عالیشان شہر تھا جو کہ اپنی شان و شوکت کے لحاظ سے اپنی مثال آپ تھا۔ عہد سلاجقہ میں یہاں ایک بہت ہی بڑا عالیشان مدرسہ موجود تھا جو کہ آج کے دور کی کسی بھی یونیورسٹی کا ہم پلہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس دور میں ''مرو'' سے ''مراوالرود'' کو جدا کرنے کے لئے ''مروا شاہجہان'' کہا جاتا ہے جو کہ آج کل سابقہ روس کی حد میں واقع ہے۔

بقول یاقوت حموی اس شہر کو ''کردوں'' نے برباد کر دیا تھا اور اس کو لوٹنے سے پہلے یہاں کی آبادی کو یرغمال بنا لیا تھا۔

بقول مقدسی!

جس دریا پر ''مرند'' واقع ہے اس کا نام ''زولو'' یا ''زکویر'' ہے۔ یہ وسیع اور عالیشان شہر ہے۔ اس شہر کو سرخ رنگ بنانے کی صنعت کی وجہ سے اچھی خاصی شہرت حاصل ہے۔ شہر کے گرد و نواح کے سات گاؤں یا قصبات اس کی حدود میں شامل ہیں۔

ان تمام حقائق کی روشنی میں یہ بات بلا جھجک کہی جا سکتی ہے کہ اس کا اصل نام "مرند" ہے جس میں مرورِ زمانہ نے "ی" اور "و" کے الفاظ کا اضافہ کر کے اسے "مروندی" بنا دیا ہے۔

مروند کے بارے میں حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے!

"خود حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ اپنے شہر کو "مروند" گردانتے ہیں کیونکہ دورانِ سیاحت وہ اسے "مرند" تحریر کرتے ہیں جبکہ سندھی میں "مروند" پکارتے ہیں۔

قصیدہ قلندریہ میں حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ اس طرح لکھتے ہیں کہ:

دمبدم رحمت خداوندی
باد برروحِ شاہ مروندی

حضرت شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی تین غزلیں ایسی ہیں جن میں "مروندی" کا لفظ موجود ہے لیکن تذکرہ نگاروں کو اس سے اختلاف ہے کہ یہ غزلیں خود حضرت شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی نہیں ہیں بلکہ ان میں سے ایک غزل حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ مرشد پاک حضرت خواجہ معین الہند رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جب کہ دو بقیہ غزلیں حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ مرشد پاک حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ قرار دی گئی ہیں۔

مولانا شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کی غزل کا مقطع اس طرح سے ہے۔

آیا عثمان مروندی چرا مستی درین عالم
بجز ہستی و مدہوشی دگر چیزی نمی دانم

واقعہ نمبر (۱۶):

والد محترم کا خواب

لب تاریخ سندھ کے مورخ خداداد خان کے مطابق حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت کا قصہ کچھ یوں ہے۔

اس وقت حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم سید کبیر رحمۃ اللہ علیہ کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ ایک رات سید کبیر رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں دیکھا کہ ایک نہایت کہ پُر فضا مقام تھا اور ہر طرف دلکش باغات اور سبزہ زار تھے۔ میوہ دار درخت تھے اور ان کے قریب صاف و شفاف پانی کی نہریں بہہ رہی تھیں۔ طائران خوان الحسان نغمے گا رہے تھے کہ اچانک ایک گوشے سے سرخ رنگ والا ایک خوبصورت بچہ نمودار ہوا اور سید کبیر رحمۃ اللہ علیہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

"مجھے اس مقام سے باہر لائیے۔"

سید کبیر رحمۃ اللہ علیہ کچھ دیر تک اس خوبصورت بچے کو دیکھتے رہے پھر مسکراتے ہوئے فرمایا کہ

"جنت سے باہر آنا افضل ہے۔" (جنت میں باہر آنے سے مراد جنت کی سیر کرنا ہے)۔

جیسے ہی سید کبیر رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہوئے وہ خوبصورت بچہ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

اس کے ساتھ ہی سید کبیر رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھ کھل گئی۔ بڑا عجیب خواب تھا۔ سید کبیر رحمۃ اللہ علیہ کچھ دیر تک اپنے خواب پر غور کرتے رہے مگر جب ذہن اس کی کوئی عقلی توجیح پیش نہ کرسکا تو پھر اسے محض خواب سمجھ کر فراموش کر دیا۔

کچھ دن کے بعد سید کبیر رحمۃ اللہ علیہ نے دوبارہ وہی خواب دیکھا۔ سرخ رنگ والا وہی خوبصورت بچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا کہ:

''بزرگوار! مجھے اس مقام سے باہر لائیے۔''

سید کبیر رحمۃ اللہ علیہ نے بچے کی بات سن کر اپنا وہی جواب دہرایا کہ:

''جنت سے باہر آنا افضل ہے۔''

اب کی بار بچہ خاموش نہیں رہا۔ اس نے حضرت سید کبیر رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب کر کے کہا کہ:

''دنیا میں ظاہر ہونا بھی اچھا ہے''

یہ کہہ کر وہ بچہ پہلے کی طرح غائب ہوگیا۔

بچے کے نظروں سے اوجھل ہوتے ہی سید کبیر رحمۃ اللہ علیہ بیدار ہو گئے۔ صبح کاذب کا وقت تھا تھوڑی ہی دیر کے بعد فجر کی اذان شروع ہوگئی اور ارض و سما کی وسعتوں میں اللہ کی کبریائی بیان ہونے لگی۔

دوسری مرتبہ اسی بچے کو خواب میں دیکھنے کے بعد سید کبیر رحمۃ اللہ علیہ کچھ مضطرب ہو گئے پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے جو کہ خواب کی تعبیر کا علم رکھتے تھے۔ بزرگ نے سید کبیر رحمۃ اللہ علیہ کا خواب سننے کے بعد فرمایا کہ:

''سید! آپ شادی شدہ ہیں؟''

سید کبیر رحمۃ اللہ علیہ نے نفی میں جواب دیا۔

''قدرت چاہتی ہے کہ اب آپ رحمۃ اللہ علیہ شادی کر لیں۔''

بزرگ نے فرمایا۔

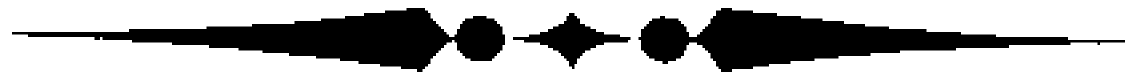
"وہ بچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی کا ہے جسے حق تعالیٰ عدم سے وجود میں لانا چاہتا ہے۔"

سید کبیر نے بزرگ کی بات سن کر حیرت کا اظہار کیا۔

"تمہیں حق تعالیٰ سے امید رکھنا چاہئے کہ وہ ایک غیر معمولی بچہ ہوگا۔"

بزرگ نے خواب کے بعض خفیہ گوشوں کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا۔

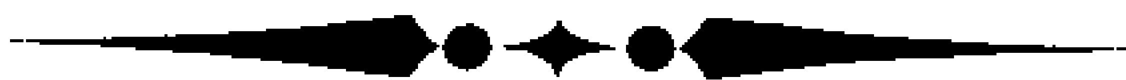
سید کبیر ابھی شادی نہیں کرنا چاہتے تھے مگر بزرگ کی ہدایت کے بعد ان کا ارادہ بدل گیا اور انہوں نے بعض بے تکلف دوستوں کے سامنے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا۔ پھر یہ خبر اڑتے اڑتے اس وقت کے بادشاہ کے کانوں تک بھی پہنچی اور اس نے اپنی عفیفہ بیٹی کا نکاح سید کبیر رحمۃ اللہ علیہ سے کر دیا۔



واقعہ نمبر ۱۷:

والدہ کو خواب میں بشارت

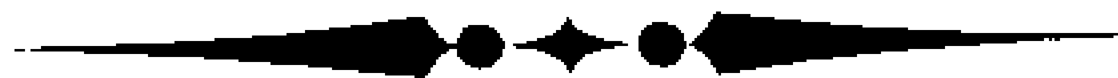
کتب سیر میں منقول ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ جب والدہ کے پیٹ میں موجود تھے، تو ان کو ایک رات حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کی زیارت ہوئی اور انہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ سے فرمایا میری بیٹی! میں تم کو یہ بشارت دیتی ہوں کہ تمہارا فرزند اللہ عزوجل کا محبوب اور برگزیدہ ہوگا اور مشہور قلندر ہوگا اور اس کی ذات سے اللہ عزوجل گنہگاروں کی توبہ قبول فرمائے گا۔ جب وہ پیدا ہو تو اس کے دونوں کانوں میں بلند آواز سے کلمہ طیبہ کہنا اور اپنے فرزند کو میرا اسلام کہنا۔ جب حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ تولد ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ نے حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کے فرمان کے مطابق عمل کیا اور جان لیا میرا فرزند اللہ عزوجل کا محبوب اور دین اسلام کا خیر خواہ ہوگا۔



واقعہ نمبر ⑱:

والد بزرگوار کو حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا حکم

سید کبیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زیارت ہوئی تو انہوں نے عرض کیا کہ میرے حق میں نیک اور صالح بچے کے لئے دعا فرمائیں۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہارے گھر نیک اور صالح فرزند تولد ہوگا تم اس کا نام "عثمان" رکھنا اور جب وہ ۳۸۴ دن کا ہو جائے تو اسے روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر لے جانا اور جنت البقیع میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مزارِ پاک پر حاضر ہونا چنانچہ جب حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ تولد ہوئے تو والد بزرگوار نے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق عمل کیا۔



واقعہ نمبر (۱۹):

ظاہری تعلیم

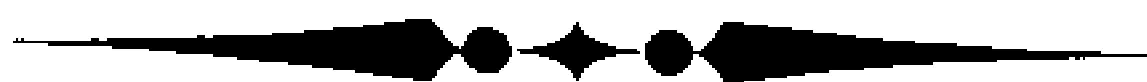
حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کو بچپن سے ہی علم حاصل کرنے کا ازحد شوق تھا اور اپنے شوق کی خاطر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بے پناہ محنت بھی کی۔ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی عمر مبارک ابھی چند برس کی ہی تھی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے گاؤں کی مسجد میں اسلامی تعلیم کے حصول کی غرض سے بھیجا گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بہت زیادہ پیار کرتی تھیں اور چاہتی تھیں کہ ان کا بیٹا دینی علوم حاصل کرے چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کی مسجد سے حاصل کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا حافظہ بھی بہت تیز تھا اس لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سات سال کی عمر میں ہی کلام مجید حفظ کر لیا تھا اور اس میں بے پناہ مہارت حاصل کی تھی۔ اس کے علاوہ چھ برس کی عمر میں ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ دن کے چیدہ چیدہ مسائل مثلاً نماز، روزہ اور طہارت کے بارے میں مکمل طور پر آگاہی حاصل کر چکے تھے۔ اس عرصہ کے دوران آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ساتھ ہی عربی اور فارسی میں بھی بہت زیادہ دسترس حاصل کی اور اس دور کے نامور لوگوں سے اپنی خداداد صلاحیتوں کا اعتراف بھی کروایا اور شاباشی بھی پائی۔ اسی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس دور میں دنیا بھر میں شہرت تام بھی حاصل کی۔

اس سلسلہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت کا یہ عالم تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ جب ملتان تشریف لائے تو اس دور میں وہاں کا حاکم سلطان محمد دہلی کے بادشاہ کا بیٹا غیاث

الدین بلبن تھا جو عالموں، عارفوں اور عابدوں کا ازحد معتقد اور قدردان تھا۔ جب اس نے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی آمد کی خبر سنی تو وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ تعظیم بجالایا اور تحائف دینے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ملتان میں قیام کی درخواست کی۔

اس سے بیشتر اس نے حضرت مصلح الدین سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ملتان آنے کی درخواست کی تھی لیکن وہ اپنی ضعیفی کی وجہ سے نہ آسکے تھے اور معذرت کے خط کے ساتھ انہوں نے اپنی ایک کتاب بھی روانہ کی تھی جس میں اپنے اشعار اپنے ہاتھ سے رقم کیے تھے اور اس نے سن ۶۸۳ ہجری بمطابق ۱۲۸۵ عیسوی میں مغلوں سے لڑائی میں شہادت کا رتبہ حاصل کیا تھا۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی درخواست کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ یہاں پہلے سے ہی سلسلہ سہروردیہ کے بزرگ محترم حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ رشد و ہدایت مخلوق کے لئے موجود ہیں۔



واقعہ نمبر (۲۰):

بیعت کی سعادت حاصل ہونا

مصنف مآثر الکرام کے مطابق:

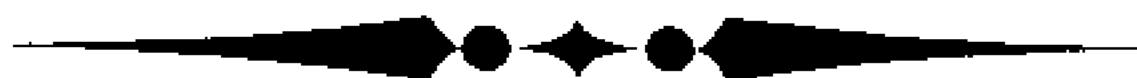
"جب حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سن بلوغت کو پہنچے تو حضرت بابا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی سعادت حاصل کی اور حضرت بابا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ جمال مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔"

حضرت مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف "نفحات الانس" سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ نجیب الدین علی بن برغش شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر شیخ ابراہیم مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نامی ایک بزرگ گزرے ہیں۔ شیخ نجیب الدین کا وصال ۶۷۸ھ میں ہوا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ وہی بابا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ ہوں گے۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے سیاحت کے دوران دنیا کے گوشہ گوشہ کا سفر کیا اور بے شمار بزرگانِ دین سے شرفِ نیاز حاصل کیا۔ فیض و برکات کی دولتوں سے اپنا دامن مراد بھرا اور پھر مکہ معظمہ پہنچے وہاں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر حاضری کی سعادت حاصل کی۔ یہاں سے آپ رحمۃ اللہ علیہ مشہد اقدس پہنچے اور حضرت سید امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ اقدس پر حاضری دی یہاں پر ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات حضرت بابا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بابا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پر بیعت کی اور پھر پیر و مرشد کی ہدایت کے مطابق آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سال سخت ریاضت و مجاہدہ کیا اور خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے پھر انہی کے حکم پر آپ رحمۃ اللہ علیہ برصغیر پاک و ہند میں وارد ہوئے اور سیہون شریف کو اپنا مستقل ٹھکانہ بنایا۔

حضرت بابا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کتب سیر میں منقول ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں ایک پتھر رکھا ہوا تھا جس کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کئی مرتبہ ہاتھ میں اٹھاتے تھے اور پھر رکھ دیتے تھے۔ یہ وہی پتھر ہے جو حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کو مرشد پاک کی طرف سے عطا ہوا اور ”گلو بند“ کے نام سے مشہور ہوا۔



واقعہ نمبر (۲۱):

مآثر الکرام کی روایت

مصنف مآثر الکرام نے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہونے کے سلسلہ میں ایک روایت اس طرح بھی بیان کی ہے:

"ایک رات حضرت ابراہیم ولی رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ ایک خوبرو جوان سرخ لباس میں بیٹھا ہوا ہے انہیں کشف کے ذریعے معلوم ہوا کہ یہ سید عثمان (رحمۃ اللہ علیہ) ہے یہ معلوم ہونے کے بعد بابا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی اور حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ باطنی اشارے کے مطابق قلندری طریقت پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہوئے ایک سال کی خدمت میں رہ کر درجہ کمال کو پہنچے اور خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے۔ بابا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں ایک سنگ مقبول عطا کیا جسے اب گلوبند کہا جاتا ہے جو بابا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے مرشد حضرت سید جمال مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے ملا تھا۔ یہ گلوبند آج بھی حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ پاک میں لٹکا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو پیرو مرشد سے بادام کی ایک عصا بھی عطا ہوئی تھی جو اب بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ پاک میں جانب شمال رکھی ہوئی ہے۔"

واقعہ نمبر (۲۲):

مرشد پاک

حضرت سید نصیر الدین چراغ شاہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور تصنیف "خیر المجالس" میں تحریر کرتے ہیں:

"سید جمال ساوَجی رحمۃ اللہ علیہ ایک طویل مدت تک مصر میں مفتی کے عہدے پر فائز رہے مصر کے باشندے حضرت ساوَجی رحمۃ اللہ علیہ کو کتب خانہ رواں یعنی چلتی پھرتی لائبریری کہا کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا حافظہ اس قدر قوی تھا کہ کھڑے کھڑے مشکل سے مشکل سوال کا جواب دیتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حوالہ پیش کرتے وقت بھی کبھی کتاب کھول کر نہیں دیکھی۔ علماء نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بارہا آزمایا مگر ہر مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا جواب درست پایا۔ پھر ایک دن حضرت جمال ساوَجی رحمۃ اللہ علیہ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے داڑھی مونچھ منڈوا دیں اور قبرستان میں جا کر بیٹھ گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک متقی اور پابند صوم وصلوٰۃ انسان تھے مگر جب آپ رحمۃ اللہ علیہ پر جذب کی کیفیت طاری ہوئی تو دنیا کے رسم و رواج کے ساتھ نمازیں بھی چھوٹ جاتیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اس طرح قبرستان میں

گوشہ نشین ہو جانا معمولی بات نہیں تھی۔ کچھ دن جب علمائے مصر نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی مجلسوں سے غیر حاضر پایا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں اور متعلقین سے دریافت کیا کہ شیخ جمال ساوَجی رحمۃ اللہ علیہ کہاں ہیں؟ انہوں نے روتے روتے اپنے شیخ کی حالت بیان کی اور کہا وہ آج کل قبرستان کے سناٹوں میں رہتے ہیں اور اپنے قریبی دوستوں تک کو نہیں پہچانتے۔ علمائے مصر نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا حال سنا تو وہ حیران رہ گئے۔ پھر مصر کے سب سے بڑے عالم جو "ملک العلمائ" کہلاتے تھے اپنے ہمراہ علمائے ظاہر کی ایک جماعت لے کر قبرستان پہنچے اس وقت حضرت سید جمال مجرد ساوَجی رحمۃ اللہ علیہ قبلہ رخ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جیسے کسی خاص منظر کے مشاہدے میں گم ہیں۔ ملک العلماء نے با آواز بلند سلام کیا مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر دوسرے علماء نے مسنون طریقے کے مطابق سلام کیا لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے سلام کا بھی کوئی جواب نہیں دیا بلکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جسم کو حرکت تک نہ ہوئی۔ ملک العلماء نے سوچا کہ ہو سکتا ہے ساوَجی! جان بوجھ کر علماء کی جماعت کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ اس لئے اس بار آپ رحمۃ اللہ علیہ کو جھنجھوڑا گیا مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کیفیت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ علمائے مصر کی جماعت آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اس لئے پہنچی تھی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا احتساب کر کے دوبارہ نماز اور دیگر مذہبی امور کی تلقین کرے گی۔ ملک العلماء کا خیال تھا کہ حضرت

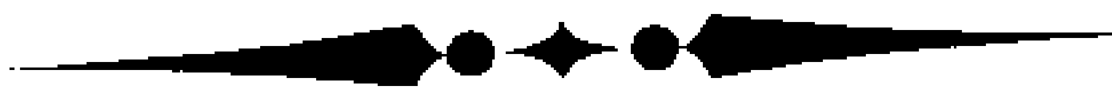
سید جمال ساوَ جی رحمۃ اللہ علیہ احتساب سے بچنے کے لئے خود کو فاتر العقل اور دیوانہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ اس سوال کا جواب پانے کے لئے بے چین تھے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ غیر مسلموں کا سا حلیہ کیوں بنایا ہے اور نماز کیوں ترک کر دی ہے؟ ملک العلماء نے آخری مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے اس حلیہ اور کیفیت کی وجہ دریافت کی اور پھر اپنے سوال کو تین مرتبہ دہرایا مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی تاثر قبول نہیں کیا نہ ہی پلکیں جھپکائیں اور نہ ہی اپنی نشست کا زاویہ تبدیل کیا۔ آخر ملک العلماء نے سزا کے طور پر رانگ کو پگھلا کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حلق میں ڈال دینے کا فتویٰ جاری کر دیا۔ الغرض رانگ کو پگھلایا گیا اور پھر زبردستی حضرت سید جمال شاہ مجرد ساوَ جی رحمۃ اللہ علیہ کے حلق میں وہ رقیق دھات ڈال دی گئی۔ علماء کی جماعت کو یقین تھا کہ اس تکلیف دہ سزا سے آپ رحمۃ اللہ علیہ چیخ اٹھیں گے مگر اس وقت حاضرین کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب آپ رحمۃ اللہ علیہ اسی طرح ساکت بیٹھے رہے، پگھلا ہوا سیسہ حلق سے اتر گیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اف تک نہ کی۔ یہ ایک ولی کی قوتِ برداشت اور مشاہدہ حق میں محویت کی اعلیٰ ترین مثال تھی۔ اس واقعے کا دوسرا حیرت انگیز اور ناقابل یقین پہلو یہ تھا کہ پگھلی ہوئی دھات نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو کوئی گزند نہیں پہنچایا تھا بالآخر ملک العلماء اپنے ساتھیوں کے ہمراہ یہ کہتے ہوئے چلا گیا کہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو اب اللہ ہی ان کے معاملات کو درست کر سکتا ہے۔"

واقعہ نمبر (۲۳):

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ مبارک پر معتکف ہونا

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ مروند سے عراق تشریف لے گئے اور پھر وہاں سے ایران تشریف لائے اور حضرت امام رضا رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ مبارک پر حاضری کی سعادت حاصل کی اور کئی دن تک روضہ امام رضا رحمۃ اللہ علیہ پر مقیم رہے۔

کتب سیر میں منقول ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام رضا رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ مبارک پر اعتکاف کیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ چالیس دن تک روضہ مبارک پر معتکف رہے اور بے شمار روحانی فیوض و برکات حاصل کئے۔ پھر اعتکاف کے آخری دن آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حکم ہوا کہ عراق تشریف لے جائیں اور پھر وہاں سے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ حاضر ہوں۔



واقعہ نمبر (۲۴):

مزارِ غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی زیارت

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ ایران سے عراق پہنچے اور امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ پاک پر حاضری کی سعادت حاصل کی اور کچھ دن تک وہیں مقیم رہے۔ پھر حضور سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ پاک پر حاضر ہوئے اور بے شمار روحانی فیوض و برکات سے مستفیض ہوئے۔ حضور سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ پاک پر مراقبہ کے دوران آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حضور سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی اور حضور سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا عثمان! تم اب مکہ معظمہ چلے جاؤ اور اللہ عزوجل کے گھر کی زیارت کرو۔

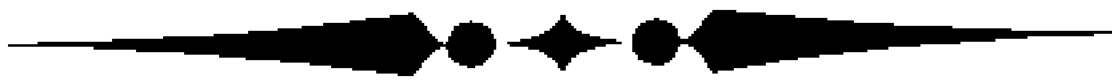
واقعہ نمبر (۲۵):

مکہ معظمہ جانے کا حکم

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کو بارگاہِ غوثیہ سے جب مکہ معظمہ جانے کا حکم ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ مکہ معظمہ روانگی کے وقت خود سے یوں مخاطب تھے۔

"اے عثمان! تم سواری پر سوار حج بیت اللہ کے لئے جا رہے ہو اور عنقریب تمہارا جنازہ بھی روانہ ہو گا اور تم نے آخرت کے لئے کیا توشہ تیار کیا ہے؟"

الغرض آپ رحمۃ اللہ علیہ مکہ معظمہ پہنچے اور خانہ کعبہ کا طواف کیا اور حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی اور بارگاہِ خداوندی سے انوار و تجلیات کی ہونے والی بارش سے اپنے ظاہر و باطن کو سرشار کیا۔



واقعہ نمبر (۲۶):

مدینہ منورہ آمد

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ حج بیت اللہ کی سعادت کے بعد مدینہ منورہ کی جانب عازم سفر ہوئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ پر اس وقت عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلبہ تھا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ جب روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوئے تو کبھی کسی سمت کھڑے ہوتے اور کبھی کسی سمت کھڑے حتیٰ کہ خود سے بیگانہ ہو گئے اور ارد گرد کا ہوش باقی نہ رہا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ قریباً گیارہ ماہ تک روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مقیم رہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی فیض حاصل کرتے رہے۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے حکم ہوا کہ اے عثمان! تم ہندوستان چلے جاؤ وہاں مخلوقِ خدا تمہاری منتظر ہے اور اللہ عزوجل نے تمہیں ان کی ہدایت کے لئے مقرر فرمایا ہے اور تم اہلیانِ سندھ اور اہلیانِ پنجاب کو دین اسلام کی نعمت سے سرفراز فرماؤ۔

واقعہ نمبر ۴۷:

خانقاہِ غوثیہ پر حاضری کی سعادت

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ عراق آنے کے بعد حضور سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پاک پر حاضر ہوئے اور مراقبہ کیا۔ دورانِ مراقبہ حضور سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ:

"حضور! مجھے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ہندوستان جانے کا حکم ہوا ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ میرے حق میں دعائے خیر فرمائیں۔"

حضور سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ خانقاہِ غوثیہ سے رخصت ہوئے۔

واقعہ نمبر ۸

خواجہ خواجگان کے مزارِ پاک پر حاضری

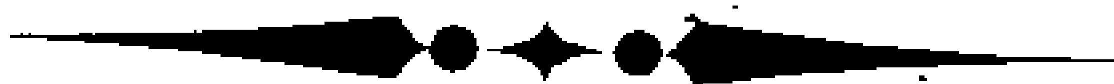
حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ مکران کے راستے سندھ میں تشریف لائے اور تھوڑے دن سندھ میں قیام کے بعد اجمیر شریف میں خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اجمیر شریف میں چالیس دن قیام کیا اور اس دوران خواجہ خواجگان رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ پاک پر مراقبہ کیا اور روحانی فیوض و برکات سے مالا مال ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نمازِ فجر سے لے کر نمازِ عصر تک خواجہ خواجگان رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ پاک سے ملحقہ پہاڑی پر معتکف رہتے اور پھر بعد نمازِ عصر خواجہ خواجگان رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ پاک پر حاضر ہوتے اور نمازِ فجر تک مراقبہ میں مشغول رہتے تھے۔

واقعہ نمبر (۲۹):

دہلی آمد

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ اجمیر شریف قیام کے بعد دہلی تشریف لے گئے اور قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پاک پر اعتکاف کیا اور چالیس دن تک معتکف رہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو قطب الاقطاب رحمۃ اللہ علیہ سے بے پناہ روحانی فیض و برکات حاصل ہوئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو قطب الاقطاب رحمۃ اللہ علیہ نے حکم دیا۔

"اے عثمان! تم کرنال پانی پت چلے جاؤ اور بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے فیضیاب ہو۔"



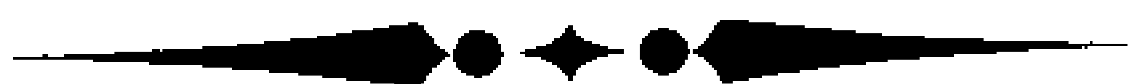
واقعہ نمبر (۳۰):

حضرت بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے کسب فیض

دہلی میں قطب الاقطاب رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے روحانی اشارہ ملنے کے بعد حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ پانی پت حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک عرصہ تک ان کی صحبت سے فیضیاب ہوتے رہے۔ حضرت بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے قلندری نسبت و طریقت کے بہت سے اسرار رموز آپ رحمۃ اللہ علیہ پر ظاہر ہوئے۔ ایک دن حضرت شیخ شرف الدین بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا۔

"اے عثمان (رحمۃ اللہ علیہ)! تم ہمارے دوست ہو، ہمیں تم سے قلبی لگاؤ ہے، تمہاری منزل آسان ہو چکی، تمہارے راستہ میں کوئی رکاوٹ نہیں، ہم تمہیں اس سرزمین پر رہنے کا حکم دیتے مگر چونکہ اس علاقہ میں پہلے ہی بے شمار قلندر موجود ہیں اور خطہ سندھ کو تم جیسے قلندر کی سخت ضرورت ہے وہاں کے لوگوں کو تمہاری رہنمائی و رہبری کی حاجت ہے لہٰذا تم سندھ چلے جاؤ، سندھ وارد ہونے سے پہلے ملتان تشریف لے جانا اس کے بعد سندھ میں

اپنے مستقل ٹھکانے کی تلاش میں نکل پڑنا اور سندھ کے لوگوں کو
اپنے روحانی فیض سے نوازنا میں امید کرتا ہوں کہ سرزمین سندھ
پر بسنے والے اللہ عزوجل کے بندے تمہاری صحبت سے مستفیض
ہوں گے۔"



واقعہ نمبر (۳۱):

لاہور میں قیام

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے مطابق ملتان کی جانب رخت سفر باندھا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پانی پت سے ملتان کا سفر شروع کیا تو راستہ میں کچھ دن لاہور میں قیام کیا اور لاہور میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا زیادہ وقت قطب الاولیائی، حضرت سیدنا علی بن عثمان الہجویری الجلابی المعروف حضور سیدنا داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ پاک پر بسر ہوتا ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضور سیدنا داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ سے بے شمار روحانی فیوض و برکات حاصل کئے۔ لاہور میں قیام کے دوران آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سید میراں حسین زنجانی، حضرت سید یعقوب حسین زنجانی اور حضرت سید موسیٰ حسین زنجانی رحمۃ اللہ علیہم کے مزارات پر بھی حاضری کی سعادت حاصل کی اور اکتساب فیض کیا۔

واقعہ نمبر (۳۲):

ملتان میں تشریف لے جانا

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ لاہور سے ملتان تشریف لے گئے اور ملتان اس وقت اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم کی قیام گاہ تھا اور اس زمانے میں شیخ الاسلام حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے فرزند عارف باللہ حضرت شیخ صدر الدین عارف رحمۃ اللہ علیہ کا فیض عام تھا۔ ملتان کے نواح میں پاک پتن میں شیخ الشیوخ والعالم حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ لوگوں میں رشد و ہدایت کے موتی لٹا رہے تھے۔ ملتان کے نواح میں واقعہ اُچ شریف میں حضرت سید جلال الدین سرخ بخاری المعروف حضور جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ کا شہرہ تھا اور لوگوں کی ایک کثیر تعداد ان کی صحبت سے فیضیاب ہو رہی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ملتان میں کچھ عرصہ مقیم رہے اور اپنے ہم عصر ان بزرگوں کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ سیہون تشریف لے گئے اور سیہون کو رشد و ہدایت کا مرکز بنایا اور تادمِ وصال یہیں مقیم رہے۔

واقعہ نمبر (۳۳):

سیہون شریف کا تاریخی پس منظر

سندھ کی تاریخ کے متعلق بیشتر کتب عربوں کی آمد کے بعد لکھی گئی ہیں اور ان کتب میں نامور مؤرخ البلاذری کی کتاب "فتوح البلدان" میں عربوں کی سندھ میں فتوحات سے متعلق ہے۔ اس کے علاوہ داؤد طیالسی اور طبری کی کتب کو بھی مستند تسلیم کیا جاتا ہے اور ان میں بھی عربوں کی سندھ میں فتوحات کا کسی حد تک ذکر کیا گیا ہے۔ ان تاریخی کتب کے علاوہ ایک اور کتاب "چچ نامہ" ہے جس میں عربوں کی سندھ آمد کے مفصل حالات قلمبند کئے گئے ہیں اور یہ کتاب عربی زبان میں لکھی گئی جس کا بعد میں فارسی زبان میں بھی ترجمہ کیا گیا۔

خطہ سندھ میں عربوں کی باقاعدہ آمد محمد بن قاسم اور اس کے لشکر کے ہمراہ ہوئی اور اگرچہ اس سے قبل بھی عربوں نے اس خطے میں اپنے قدم جمانے کی کوششیں کی تھیں مگر ان کی یہ تمام کوششیں رائیگاں گئی تھیں۔ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں بحرین کے گورنر نے ایک مہم ہندوستان کے لئے روانہ کی تھی مگر یہ مہم ناکامی سے دوچار ہوئی اور جب اس کی اطلاع حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ملی تو انہوں نے سخت ناراضگی کا اظہار کیا تھا۔ اس کے علاوہ حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں حکیم بن جبلہ کو سندھ اور ہند کے متعلق معلومات فراہم کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی تو انہوں نے بتایا کہ وہاں کا پانی گدلا ہے اور

کچل دیتی ہیں جبکہ زمین پتھریلی اور مٹی شوریدہ ہے۔ وہاں کے باشندے بہادر ہیں اور اگر ان کے مقابلے کے لئے چھوٹا لشکر روانہ کیا گیا تو وہ نقصان اٹھائے گا۔ حکیم بن جبلہ کی اس اطلاع کے بعد حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وقتی طور پر ہندوستان کی مہم کو موخر کر دیا تھا۔ پھر حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک لشکر ہندوستان بھیجا گیا مگر اسے بھی ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی ہندوستان کی جانب ایک لشکر بھیجا مگر اسے بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا مگر مورخین کے مطابق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مکران کچھ عرصہ تک مملکت اسلامیہ کا حصہ رہا ہے۔

محمد بن قاسم کی سندھ آمد کے متعلق مورخین لکھتے ہیں کہ سراندیپ (سری لنکا) سے مسلمان عرب تاجر تجارتی روابط رکھے ہوئے تھے اور سراندیپ کے حاکم نے ایک بحری جہاز میں عرب تاجروں کے یتیم بچوں اور بیواؤں کو عرب کی جانب روانہ کیا تو ہندوستان کے اس وقت کے راجہ داہر کے بحری قزاقوں نے اس بحری جہاز کو لوٹ لیا اور ان بچوں اور عورتوں کو غلام بنا لیا جبکہ اس بحری جہاز میں سوار مردوں کی اکثریت کو قتل کر دیا گیا۔ ان بیوہ عورتوں اور بچوں کی دہائی بصرہ کے اس وقت کے گورنر حجاج بن یوسف کو پہنچی تو اس نے خلیفہ ولید بن عبدالملک کو اس واقعہ سے آگاہ کیا۔ خلیفہ نے حجاج بن یوسف کو حکم دیا کہ وہ راجہ داہر کے پاس اپنا نمائندہ بھیجے اور اس سے کہے کہ وہ ان عورتوں اور بچوں کو رہا کر دے۔ حجاج بن یوسف نے جب اپنا نمائندہ راجہ داہر کے پاس بھیجا تو راجہ داہر نے ان عورتوں اور بچوں کو رہا کرنے سے انکار کر دیا۔

البلاذری نے "فتوح البلدان" میں لکھا ہے کہ راجہ داہر کے انکار کے بعد حجاج بن یوسف نے عبداللہ نبہان السلمی کی قیادت میں ایک لشکر بھیجا مگر وہ لشکر شکست

سے دو چار ہوا۔ پھر حجاج بن یوسف نے بذیل ابن طہفہ البجلی کی قیادت میں ایک لشکر روانہ کیا مگر اس لشکر کو بھی شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ پھر حجاج بن یوسف نے اپنے بھتیجے محمد بن قاسم کی سربراہی میں ایک لشکر بھیجا۔ محمد بن قاسم کا تعلق بنوثقیف سے تھا اور بنو ثقیف کا یہ قبیلہ طائف اور جنوبی عرب میں آباد تھا۔ محمد بن قاسم تبع تابعی ہیں اور آپ کے آباؤ اجداد میں حضرت متعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بنوثقیف اور بنو احلاف کی جانب تبلیغ دین کی غرض سے بھیجا۔

محمد بن قاسم ۹۳ھ میں چھ ہزار کے لشکر کے ہمراہ سندھ پر حملہ آور ہوا۔ محمد بن قاسم مکران کے راستے سے ہوتا ہے پنج گور اور گوادر پہنچا اور پھر اس نے لسبیلہ فتح کیا۔ لسبیلہ کو فتح کرنے کے بعد دیبل (کراچی) کی جانب پیش قدمی کی اور دیبل کے ساحل پر محمد بن قاسم کا جنگی سامان جس میں ایک منجنیق عروس بھی تھی براستہ سمندر بذریعہ بحری جہاز پہنچ گیا۔ اہل دیبل اس وقت قلعہ بند ہو چکے تھے۔ محمد بن قاسم نے منجنیق کے ذریعے قلعہ پر بھاری پتھروں کا دھاوا بول دیا اس دوران اسلامی لشکر کے سپاہی قلعہ کی فصیل پر چڑھ کر شہر کے اندر داخل ہو گئے اور قلعے کا دروازہ کھول دیا۔ لشکر اسلام قلعہ کے اندر داخل ہوا اور یوں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ محمد بن قاسم نے مغوی قیدیوں کو بازیاب کرایا اور انہیں حجاج بن یوسف کے پاس روانہ کر دیا۔ دیبل کی فتح کے بعد محمد بن قاسم اپنے لشکر کو لے کر نیرون (حیدرآباد) پر حملہ آور ہوا اور اسے بھی فتح کیا۔ لشکر اسلام کی فتوحات کا یہ سلسلہ دریائے سندھ کے کنارے آباد تمام شہروں تک رہا حتیٰ کہ لشکر اسلام سیہون پہنچ گیا۔ اس دوران حجاج بن یوسف کا پیغام ملا کہ راجہ داہر کو عبرتناک شکست سے دوچار کیا جائے۔ محمد بن قاسم اپنے لشکر کے ہمراہ راجہ داہر کے مقابلے کے لئے روانہ ہوا۔ دریائے سندھ کی مغربی سمت لشکر اسلام تھا اور مشرقی سمت راجہ داہر اور اس کی فوج تھی۔ محمد بن قاسم نے اپنے لشکر کے ہمراہ دریا عبور کیا

اور راجہ داہر اور اس کی فوج کے ساتھ مسلمانوں کا گھمسان کا رن پڑا۔ راجہ داہر ایک عرب سپاہی کے ہاتھوں مارا گیا اور اللہ عزوجل نے لشکر اسلام کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔

فتوح البلدان میں ہے کہ محمد بن قاسم نے دیبل کے علاوہ دیپالپور، قنوج، جنوبی سندھ، برہمن آباد کو فتح کیا اور پھر ۷۱۳ء میں ملتان فتح کیا۔ اس دوران خلیفہ ولید بن عبدالملک کی موت واقع ہوگئی۔ ولید بن عبدالملک کی وفات کے بعد اس کا بھائی سلیمان بن عبدالملک تخت نشین ہوا۔ اس نے حجاج بن یوسف کے ساتھ دشمنی کی بناء پر محمد بن قاسم کو واپس بلا لیا اور یوں لشکر اسلام کی فتوحات کا سلسلہ رک گیا۔

محمد بن قاسم نے سندھ کے جتنے بھی علاقے فتح کئے وہاں حسن سلوک اور رواداری کی شاندار مثالیں قائم کیں۔ محمد بن قاسم کے حسن سلوک کی بناء پر بے شمار لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ محمد بن قاسم نے ہندوؤں کی مذہبی عبادت گاہوں کو کچھ نقصان نہ پہنچایا اور نہ ہی ان کی مذہبی رسومات پر کسی بھی قسم کی کوئی پابندی عائد کی۔ محمد بن قاسم نے مقامی لوگوں کو ظالم حکمرانوں اور ان کے ظالمانہ اقدامات سے نجات عطا فرمائی۔

واقعہ نمبر (۳۴):

سیہون شہر کی تاریخ

سیہون شہر جسے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے رشد و ہدایت کا مرکز بنایا حیدر آباد سے شمال مغربی سمت کھیرتھر کی پہاڑیوں کے دامن میں واقع ہے اور اس شہر کے مختلف زبانوں میں مختلف نام ہیں۔ ڈاکٹر نبی بخش بلوچ اپنی ریسرچ میں لکھتے ہیں کہ سیہون سندھ کے قدیم شہروں میں سب سے زیادہ قدیم شہر ہے اور مؤرخین کے مطابق آریوں نے اس شہر کو آباد کیا اور یہ شیوا کے پجاری تھے۔ آریوں نے اس کا نام شبھوستان رکھا جو بعد میں سیوستان یا پھر سیہون ہو گیا۔ بعض مؤرخین کے مطابق شیوی یا سیوی نام کی ایک لڑکی کے نام پر اس شہر کا نام شبھوستان یا سیہان ہوا جبکہ بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس شہر کو راجہ الیبرَ کے بیٹے شبھی نے آباد کیا تھا اور اس کے نام کی وجہ سے اس شہر کا نام شبھستان رکھا گیا جو بعد میں سیوستان ہو گیا اور چند مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ یہ شہر راجہ رمائن کے زمانہ میں آباد ہوا جبکہ مشہور سیاح ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ میں اسے شوستان لکھا ہے اور مشہور مؤرخ البلاذری نے اس شہر کا نام سیوستان بیان کیا ہے۔

سیہون انتہائی قدیم شہر ہے اور اس کے جنوب میں ایک جبل بھگوٹوڑو ہے جو شمالی اور جنوبی سمت سے حفاظت کا کام انجام دیتا ہے جبکہ اس پہاڑ کے نواح میں لکی شہر آباد تھا جو عباسی دورِ خلافت میں سادات لک علوی کے جد امجد احمد کی

تشریف آوری کے بعد آباد ہوا تھا۔لک علوی خاندان کے سادات اس خطے میں بتدریج پھیلتے چلے گئے اور انہیں میں پیر پگاڑا کا راشدی خاندان بھی ہے۔

صاحب تحفۃ الکرام لکھتے ہیں کہ حضرت لعل شہباز قلندر کی سیہون آمد سے قبل یہاں ایک اور سید بزرگ حضرت سید صدر الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کا ذکر ملتا ہے جو اپنے زمانے کے نابغہ روزگار ولی اللہ تھے۔سید صدر الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے جد امجد کی چلہ کشی اور ریاضت کے آثار آج بھی جبل بھگوتوڑو میں پائے جاتے ہیں جہاں قدرتی طور پر سرد اور گرم پانی کے چشمے ہیں جنہیں ہندوؤں کے زمانے میں دھارا تیرتھ کے چشمے کہا جاتا تھا۔

جبل بھگوتوڑو کے اوپر ایک قبر زیارت گاہ عام ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ یہ خواجہ ہارون کی قبر ہے جبکہ یہ بات بھی مشہور و معروف ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد پاک حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ اس جگہ تشریف لائے تھے اور انہوں نے لک علوی سادات سے ملاقات کی تھی۔

سیہون شہر کا تذکرہ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف "راحت القلوب" میں بھی ملتا ہے جس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سیاحت کے دوران سیوستان تشریف لانے اور یہاں حضرت شیخ احد الدین کرمانی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے قصے کو بیان کیا ہے اور اس کے علاوہ ایک اور درویش سے ملاقات کا ذکر بیان فرمایا ہے۔

ابن بطوطہ نے بھی سیوستان میں ایک سید صاحب سے اپنی ملاقات کا ذکر کیا ہے اور اس واقعہ کو "رحلت ابن بطوطہ" میں بیان کیا ہے۔

پروفیسر محبوب علی چنڈا اپنے تحقیقی مضمون "سندھ جا قدیم تخت گاہ" میں لکھتے ہیں کہ پتھر والے زمانے کے نشانات کھوسندھ کے پہاڑوں اور ردھڑی کی پہاڑیوں میں

ملے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ سیہون کسی زمانہ میں کھنڈر نہیں تھا بلکہ اپنے محل وقوع اور جغرافیائی اہمیت کی بناء پر اسے بے پناہ اہمیت حاصل رہی۔ ہندوؤں کے زمانہ میں سیہون پانچ بڑے علاقوں میں سے ایک تھا اور اس کی سرحدیں روجھان کے کوہستان سے لے کر مکران کے ساحل تک پھیلی ہوئی تھیں چنانچہ اسی بناء پر بعض مورخین نے اس سارے علاقے کو سیوستان کہا ہے۔

سیہون سندھ کا ایک اہم اور تاریخی مقام ہے اور شمال مغربی سمت سے حملہ آوروں کو روکنے کے لئے ایک دفاعی مورچے کی حیثیت رکھتا تھا۔ حاکم دہلی غیاث الدین کے زمانہ میں جب تاتاریوں نے ہند پر حملہ کیا تو انہوں نے پہلا حملہ سیہون پر کیا تھا۔ خوارزم شاہ نے بھی سندھ پر حملہ کیا تو سب سے پہلے سیہون پر ہی حملہ آور ہوا۔ عبدالرحیم خان خاناں بھی سیہون کے راستے ہی سندھ میں داخل ہوا تھا اور ہمایوں نے بھی شیر شاہ سوری سے شکست کھانے کے بعد سیہون پر قبضہ کرنے کی کوشش کی تھی مگر شاہ حسن اعوان نے قلعہ سیہون کے حفاظتی انتظامات کو اس قدر مضبوط بنا رکھا تھا کہ ہمایوں اپنی اس کوشش میں ناکام رہا تھا۔ یار محمد کلہوڑا کے زمانہ میں سیہون پر زوال شروع ہوا اور اس نے خدا آباد نامی ایک شہر کی بنیاد رکھی جس کے بعد سیہون کی اہمیت ماند پڑتی چلی گئی اور انگریزوں کے زمانہ میں سیہون پس منظر سے غائب ہو گیا۔

واقعہ نمبر (۳۵):

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی آمد کے وقت سندھ کی سیاسی ومعاشی حالت

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ جن دنوں سندھ تشریف لائے اس وقت سندھ میں سومرہ خاندان کی حکومت تھی اور سومرہ خاندان ایک طویل عرصہ سے سندھ پر قابض تھا۔ سومرہ خاندان کے زمانہ میں سندھ کی سیاسی و معاشرتی حالت کے بارے میں تاریخی کتب میں ٹھوس شواہد نہیں ملتے اور کتب تواریخ جن میں تاریخ معصومی، تحفۃ الکرام، تاریخ طاہری اور منتخب التواریخ جیسی کتب میں اس کا بہت کم ذکر ملتا ہے۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ ۶۴۹ ھ میں سندھ آئے۔ اس وقت سومرہ خاندان کی سندھ پر مکمل اجارہ داری نہ تھی بلکہ ابتداء میں تو وہ بہت تھوڑے حصے پر قابض تھے مگر رفتہ رفتہ ان کی مملکت پھیلتی چلی گئی اور اس سے قبل وہ سلاطین دہلی کے ماتحت تھے۔

تحفۃ الکرام میں منقول ہے کہ سومرہ قوم دو سو برس قبل سندھ کے کچھ حصہ پر قابض تھی اور وہ سلاطین دہلی جو کہ مسلمان تھے ان کے تابع تھی لہٰذا اس لئے ان کا علیحدہ سے کچھ ذکر نہیں ملتا۔

سومرہ قوم نے سلطان محمود کے بیٹے عبدالرشید کے زمانہ میں باقاعدہ حکومت

بنانی اور سلطان محمود کا بیٹا عبدالرشید انتہائی سادہ مزاج، کم عقل اور عیاش تھا جس کی بناء پر اس کے ماتحت کئی علاقے آہستہ آہستہ خودمختار ہوتے چلے گئے۔ اس زمانے میں اس قوم نے سومرہ نامی ایک شخص کو اپنا سردار تسلیم کیا اور اسے اپنا حاکم بنا لیا۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ جن دنوں سندھ میں وارد ہوئے اس وقت سندھ کے مختلف علاقوں پر مختلف لوگ حکمران تھے۔ سیہون میں اس وقت ایک ظالم ہندو راجہ جیر جی جس کا لقب "چوپٹ" تھا، حکمران تھا۔ اس ظالم ہندو راجہ کے متعلق یہ مثل زبان زد عام ہے "اندھیر نگری چوپٹ راجہ"۔

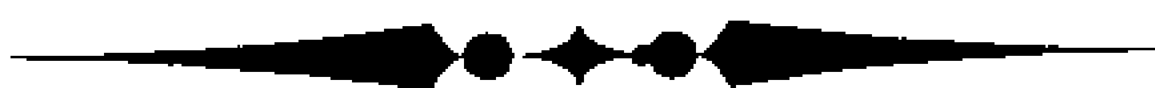
حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ جب سیہون تشریف لائے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی آمد کے کچھ عرصہ بعد ہی چوپٹ راجہ کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور لوگوں کو اس کے ظلم سے نجات ملی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ جب سیہون تشریف لائے تو اس وقت سیہون کو سندھ کا ایک اہم شہر تصور کیا جاتا تھا مگر یہاں کی معاشرتی حالت انتہائی ابتر تھی اور ہر قسم کی معاشرتی برائیاں اس شہر میں عام تھیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس شہر کی معاشرتی حالت کو سدھارنے کے لئے اس شہر کو اپنا مسکن بنایا اور رشد و ہدایت کا لازوال سلسلہ شروع کیا جو آج تک جاری و ساری ہے۔

مصنف قلندر نامہ کا دعویٰ ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر سیہون شریف میں ۶۴۹ھ میں تشریف لائے اور اس ضمن میں انہوں نے ذیل کے فارسی شعر سے یہ تاریخ نکالی ہے۔

چوں باز آشیاں قدس شہباز
سیوستان را نمودہ جنت آسا
خود تاریخ آں از روئے اخلاص
نمود آفتاب دین گفتا!

"اخلاص کے پہلے حرف الف کے عدد آخری مصرعہ کے عدد سے
جمع کئے جائیں گے تو ۶۴۹ھ برآمد ہو گا۔"

تحفۃ الکرام میں منقول ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی اور حضرت صدر الدین عارف رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سیر و سفر کرتے ہوئے ٹھٹھ پہنچے اور وہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات پیر پٹھ سے ہوئی۔ پیر پٹھ نے ۶۴۲ھ میں وفات پائی تھی اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس سے بھی پہلے سندھ میں وارد ہوئے اور سیر و سیاحت کے بعد ۶۴۹ھ میں سیہون میں مستقل قیام کیا۔

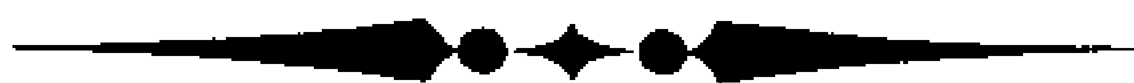


واقعہ نمبر (۳۶):

چوپٹ راجہ

یہ ساتویں صدی ہجری کے دوسرے عشرے کا واقعہ ہے۔ اگرچہ ہندوستان پر اسلامی سلطنت قائم ہو چکی تھی لیکن کچھ علاقوں میں ابھی تک ہندو حکمراں برسر اقتدار تھے۔ زیادہ تر ہندو حاکم مسلمان بادشاہوں کے خراج گزار تھے اور انہیں سیاسی مصلحت کے طور پر برقرار رکھا گیا تھا۔ ان ہی ہندو حاکموں میں راجہ سیوستان بھی تھا۔ اس شہر کا نام سیہون تھا جو کہ حیدرآباد (سندھ) سے اٹھاسی میل کے فاصلے پر کیرتھر کی پہاڑیوں میں واقع ہے۔ اس شہر کو تاریخی حیثیت حاصل ہے۔ بعض مؤرخین کے مطابق اس وقت سہون کا حاکم راجہ جیرجی تھا جو عرف عام میں چوپٹ راجہ کے نام سے مشہور تھا۔ ممکن ہے کہ یہ اس راجہ کا علامتی نام ہو۔

ہندی زبان میں "اندھیر نگری چوپٹ راجہ" ایک مشہور محاورہ ہے۔ چوپٹ راجہ سے مراد انتہائی نااہل حکمراں ہے جس کے عہد حکومت میں بدانتظامی، بے ایمانی اور ناانصافی حد سے گزر گئی ہو۔



واقعہ نمبر (۳۷):

نمائندہ خداوندی کی آمد

اسی چوپٹ راجہ کے دور اقتدار میں ایک درویش نے سیہون کا رخ کیا۔ چوپٹ راجہ کے ظلم وستم کا بہت زیادہ چرچہ تھا اور اس نے اپنے ظلم وستم سے لوگوں کی زندگی کا ناطقہ بند کر رکھا تھا۔ ہر شخص دل سے راجہ کا مخالف تھا مگر مخالفت میں آواز اٹھانا کسی کے بس میں نہ تھا۔

رعایا اس کے ظلم وستم کی بھٹی میں چپ چاپ جل رہی تھی اور کسی کو بھی اس کے سامنے سر اٹھانے کی جرأت نہ تھی۔ ایسے میں اللہ رب العزۃ کی غیرت جوش میں آئی اور اسی کا مداوا کرنے کے لئے اللہ عزوجل نے اپنا نمائندہ اس سرزمین سیہون میں بھیجا۔

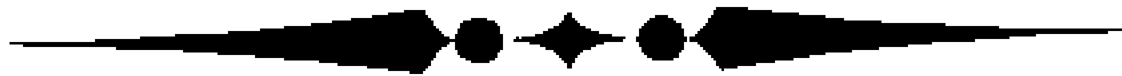
اس درویش کا نام روایات صحیح طالب سکندر تھا اور جن کا نعرہ مستانہ یہ تھا کہ میرے مرشد لعل سائیں تشریف لا رہے ہیں۔ ابتداء میں اس درویش کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا بلکہ اکثر سیہون کے مختلف علاقوں میں دیکھا جاتا تھا۔ اس کا معمول تھا کہ روزانہ قلعہ کے باہر جا کر کھڑا ہو جاتا تھا اور اپنا قلندرانہ نعرہ لگاتا تھا جس سے راجہ جیر جی عرف چوپٹ راجہ نہ صرف مشتعل ہو جاتا تھا بلکہ انتہائی خوفزدہ بھی ہو جاتا تھا۔ ایسے میں لوگوں کے دل سے یہ دعا نکلتی تھی۔

"اللہ کرے! ہمارا نجات دہندہ لعل سائیں جلد آجائے اور ہمیں

اس ستم آگیں زندگی سے مکمل نجات حاصل ہو جائے۔"

اس درویش طالب سکندر کے نعروں سے تنگ آ کر ایک ظالم ہندو قصاب کو حکم دیا کہ وہ کسی بہانے سے اس درویش کو ٹھکانے لگا دے مگر اللہ عزوجل نے اس قصاب کو ایسا کرنے کی مہلت بالکل نہ دی اور وہ ایسا کرنے سے پہلے ہی مر گیا۔

پھر اس درویش نے اپنے چند خدمتگاروں کے ساتھ سیہون کے اس محلے میں سکونت اختیار کی جہاں کی بیشتر آبادی زنان بازاری (طوائفوں) پر مشتمل تھی۔ درویشوں کا یہ مختصر ترین قافلہ شام کے وقت اس محلے میں داخل ہوا تھا اور ایک کھلے میدان میں ان فاقہ مست لوگوں نے ڈیرہ ڈال دیا تھا۔



واقعہ نمبر (۳۸):

گناہوں کی دلدل

رات بھر مختلف مکانوں سے ناچنے گانے کی آوازیں آتی رہیں۔ شراب کے نشے میں بدمست لوگ فجر کی اذان تک شور مچاتے رہے۔ درویش اپنے اوراد و وظائف میں مشغول رہا مگر اس کے خدمت گاروں کی نیندیں اڑ گئیں۔ وہ ایک دوسرے سے سرگوشیوں میں باتیں کرتے رہے کہ:

"یہ کیسا محلہ ہے اور اس کے مکین کیسے ہیں؟"

آخر رات گزر گئی اور پھر صبح ہوئی تو خدمت گار صورتحال جاننے کے لئے محلے میں پہنچے۔ گوشے گوشے میں ہندو آباد تھے۔ بس دو چار گھر ہی مسلمانوں کے تھے۔ درویش کے خدمت گاران مسلمانوں کے پاس گئے تو صورتحال منکشف ہوئی۔

"بابا! آپ یہاں کہاں آ گئے؟"

سیہون کے مسلمانوں نے نووارد درویشوں سے کہا۔

"یہ ہندوؤں کی بستی ہے اور وہ بھی گناہوں سے بھری ہوئی۔ یہاں ناچنے گانے والی عورتیں رہتی ہیں جن کی سیاہ کاریوں نے ہماری زندگی وبال کر دی ہے۔ اگر کسی دوسرے شہر میں ہمارے لئے جائے اماں ہوتی تو ہم اس جگہ کو بہت پہلے ہی چھوڑ چکے ہوتے۔ یہ اوباشوں کی نگری ہے جہاں دن رات آسمان سے لعنت برستی رہتی ہے۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ کب ہمیں اس عذاب مسلسل سے نجات ملے گی۔"

درویش حیران و پریشان واپس لوٹ آئے۔ اپنے مرشد سے کہنے لگے۔
"شیخ! یہاں سے جلد از جلد کوچ کر جائیں کہ یہ بستی ہمارے
رہنے کے لائق نہیں ہے۔"
"آخر کیوں؟"
شیخ نے اپنے خدمتگاروں سے پوچھا۔
خدام نے تمام صورتحال بیان کر دی۔
"ہم لوگ غلطی سے طوائفوں کے ایک محلے میں آبسے ہیں۔"
"شیخ! اس معصیت کدے میں تو سانس لینا بھی دشوار ہے۔"
درویش، زنان بازاری کی بستی میں بہت زیادہ گھٹن محسوس کر رہے تھے۔
"مسلمان کو اس لئے پیدا نہیں کیا گیا کہ وہ سازگار ماحول میں
اپنے روز و شب بسر کرے اور چند روزہ زندگی گزار کر واپس چلا
جائے۔"
شیخ نے فرمایا: "مسلمان ایک چراغ کے مثل ہے کہ جہاں تاریکی دیکھے وہاں چلا جائے اور اپنے وجود سے ظلمتوں کو دور کر دے۔ بے شک! اس وقت ہم فاسقوں اور فاجروں کی بستی میں خیمہ زن ہیں مگر ہمارا قیام عارضی نہیں ہے۔ یہاں درویشوں کا ڈیرا مستقل ہو گا اور اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے اس بستی کی تمام غلاظتیں دور فرما دے گا۔ وہ پاک ہے اور وہی اپنی پاکی کے صدقے میں اس زمین کی ساری کثافتیں دھو ڈالے گا۔"
خدمت گار اپنے شیخ کے فرمودات سن کر بظاہر مطمئن ہو گئے تھے مگر وہ دلی طور پر اس کیفیت و غلیظ فضا میں عجیب سی خلش اور بے چینی محسوس کر رہے تھے۔

واقعہ نمبر (۴۹):

مذاق اڑانا

دن کے اُجالے میں اہل محلہ نے اجنبی درویشوں کو بڑی حیرت سے دیکھا۔ لوگ ہنستے، گاتے، جھومتے، لڑکھڑاتے اور خدا پرستوں سے استہزا کرتے گزر رہے تھے۔ سورج اپنے مستقر پر گردش کرتا رہا۔ یہاں تک کہ شام ہوگئی۔ اندھیرے کی آمد سے پہلے ہی یہاں گھر گھر میں چراغ جل جاتے تھے۔ عطر اور پھول بیچنے والے گلی کے موڑ پر کھڑے ہو جاتے تھے تاکہ خریداران بدمست اپنے ظاہری و باطنی تعفن کو چھپانے کے لئے خوشبوؤں کا سہارا لے سکیں۔ برسوں سے یہی کاروبار جاری تھا مگر آج کی شام بازار کا رنگ بدل گیا۔

روز کا معمول تھا کہ سورج ڈوبتے ہی خاموش گلیاں جاگ اٹھتی ہیں لیکن آج حیرت انگیز طور پر دور دور تک سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ عطر اور پھول بیچنے والوں نے دیکھا کہ رقص و موسیقی کے شائقین گلیوں میں داخل ہوتے تھے اور یکایک گھبرا کر پیچھے کی طرف لوٹ جاتے تھے۔ آتے وقت ان لوگوں کے چہروں پر سرمستی و سرخوشی کے آثار ہوتے تھے مگر جاتے ہوئے وحشت و سراسیمگی نمایاں ہوتی تھی۔ گل فروش انہیں آوازیں دیتے رہ جاتے مگر وہ پلٹ کر نہ دیکھتے اور اس طرح واپس چلے جاتے کہ اب ان کے لئے بازارِ حسن میں کوئی کشش باقی نہیں رہی ہے۔

واقعہ نمبر (۴۰):

سکوت مرگ

رات آئی تو اس محلے پر سکوت مرگ کا سا گمان ہونے لگا۔ کہاں طبلوں، گھنگھروؤں اور آوازوں کا وہ شور کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی اور کہاں یہ خاموشی تھی کہ اس بستی کے مکین اپنے دلوں کی دھڑکنیں بھی سن سکتے تھے۔ آخر طوائفوں کے محافظ صورتحال جاننے کے لئے گھروں سے باہر نکل آئے اور گل فروشوں سے "سردیٔ بازار" کا سبب پوچھنے لگے۔

گل فروش ایک ہی جواب دیتے تھے کہ:

"آنے والے گلی تک تو آتے ہیں مگر آگے قدم نہیں بڑھاتے۔ پوچھو تو جواب نہیں دیتے بس خاموشی سے لوٹ جاتے ہیں۔"

گل فروشوں کا ناقابل فہم جواب سن کر بازار حسن کے نگہبان گلیوں کے موڑ پر کھڑے ہو گئے۔ آنے والے آئے لیکن کچھ کہے بغیر واپس چلے گئے۔ نگہبانوں نے واپسی کا سبب پوچھا تو بعض لوگوں نے بس اتنا کہا کہ:

"ہمیں اندر جاتے ہوئے ڈر محسوس ہوتا ہے۔"

نگہبانوں نے خریداروں کو سمجھانا چاہا۔ ان کی حفاظت کا یقین دلایا مگر کوئی بھی دلیل کام نہیں آئی اور باہر کا کوئی بھی شخص گناہوں کی اس بستی میں داخل نہ ہو

سکا۔

وہ رات بازار کے اصولوں کے مطابق بہت سرد گزری۔کوئی خریدار کوچۂ حسن تک نہیں پہنچا۔زنان بازاری حیران و پریشان تھیں اور اپنے محافظوں سے بار بار پوچھتی تھیں۔

''آج تک تو ایسا نہیں ہوا پھر اس بستی کے شائقین پر کیا گزری ہے کہ ان کے آشنا قدم راستہ بھول گئے ہیں۔''

محافظ کیا جواب دیتے؟ وہ خود اس صورتحال کو سمجھنے سے قاصر تھے۔

آخر اندیشوں اور پریشانیوں کے درمیان بازارِ حسن کی وہ رات گزر گئی۔

درویشوں نے سکون کی سانس لی اور دلجمعی کے ساتھ ذکرِ حق میں مشغول ہو گئے مگر انہیں حیرت ضرور تھی کہ شور وشغب اچانک تھم کیسے گیا؟

دوسرے دن بھی بازارِ حسن کا یہی حال رہا۔لوگ گلی کے موڑ تک آتے رہے اور حالت خوف میں واپس جاتے رہے۔

بازار کے محافظ و نگہبان رقص و موسیقی کے شائقین سے اس کا سبب پوچھتے تو وہ ایک ہی بات کہتے کہ:

''کوئی غیر مرئی قوت ہے جو ہمیں آگے بڑھنے نہیں دیتی۔اگر ہم اس کے خلاف مزاحمت کرتے ہیں تو ہم پر شدید خوف طاری ہو جاتا ہے۔''

پھر اسی عالم میں کئی دن گزر گئے۔چراغوں کے ساتھ چولہے بھی بجھ گئے اور سنگین اقتصادی مسئلہ کھڑا ہو گیا۔

''اگر یہ صورتحال جاری رہی تو فاقہ کشی کی نوبت آ جائے گی۔''

بازارِ حسن کے ایک رکن نے تشویش ناک لہجے میں کہا۔

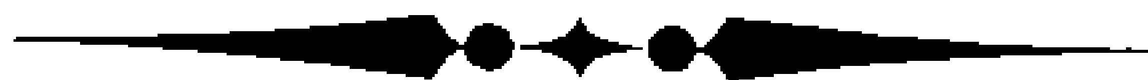
"آخر ہم لوگ اس صورتحال سے کیوں دو چار ہوئے۔"

دوسرے شخص نے سوال کیا۔

"آنے والوں پر کوئی جبر نہیں، کوئی پابندی نہیں پھر وہ یہاں کیوں نہیں آتے؟ ان کے پیروں میں کس نے زنجیریں ڈالی ہیں اور انہیں یہاں آنے سے کون روکتا ہے؟"

اس شخص نے یک وقت کئی سوال کر ڈالے تھے۔

بہت غور و فکر کے بعد اس کوچے کے لوگ اس نتیجے پر پہنچے کہ جب سے یہ گدڑی پوش مسلمان یہاں آئے ہیں اسی روز سے بازار کے در و دیوار پر سناٹا پھیل گیا ہے۔



واقعہ نمبر (۴۹):

اللہ کے بندے

اس بستی کے مکینوں کی سمجھ میں یہ بات آ گئی۔ پھر طویل مشورے کے بعد طے پایا کہ ان گدڑی پوشوں سے بات کی جائے۔ نتیجتاً بازار کے چند جہاندیدہ افراد گدڑی پوشوں کے خیمے میں پہنچے اور سخت لہجے میں پوچھنے لگے۔

"تم لوگ کون ہو اور یہاں کیوں آئے ہو؟"

"ہم اللہ کے بندے ہیں اور اللہ کی زمین پر مقیم ہیں۔"

گدڑی پوش درویش نے بے نیازانہ کہا۔

"یہ ہمارے دیوتاؤں کی زمین ہے۔"

بازارِ حسن کے محافظ نے تحکم آمیز لہجے میں کہا۔

"تم لوگ اپنے ڈیرے اٹھاؤ اور اسی وقت یہاں سے چلے جاؤ۔"

"ہم اپنے شیخ کے حکم کے پابند ہیں۔"

گدڑی پوش فقیر نے جواب دیا۔

"اگر شیخ فرمائیں گے تو ہم لوگ کسی تاخیر کے بغیر یہاں سے چلے جائیں گے۔"

"تمہارا شیخ کون ہے؟"

بازار کے محافظ نے سخت لہجے میں پوچھا۔

گدڑی پوش خادم نے ایک خیمے کی طرف اشارہ کر دیا۔
بازارِ حسن کے نگہبان شیخ کے خیمے میں داخل ہوئے۔ ان کے چہروں پر غصے کے آثار تھے اور چلنے کا انداز جارحانہ تھا مگر جب وہ بدکار لوگ شیخ کے روبرو پہنچے تو ان کے جسموں پر لرزہ طاری ہوگیا اور وہ اپنی قوت گویائی کھو بیٹھے۔

"تم لوگ کیوں آئے ہو؟"
شیخ نے پوچھا۔
بستی کے مکین مسلمان گدڑی پوشوں کو اپنے محلے سے نکالنے آئے تھے مگر جب شیخ نے ان کی آمد کا مقصد دریافت کیا تو وہ اپنی زبان سے ایک بھی حرف نہ نکال سکے یہاں تک کہ گنگ زبانوں اور کانپتے قدموں سے واپس چلے گئے۔

پھر طے یہ پایا کہ طوائفیں خود گدڑی پوش شیخ کی خدمت میں حاضر ہوں اور ان سے عاجزانہ لہجے میں درخواست کریں۔ آخر تمام زنانِ بازاری شیخ کے خیمے میں پہنچیں اور گریہ وزاری کے انداز میں کہنے لگیں۔

"ہمیں نہیں معلوم کہ آپ کون ہیں اور کس مقصد سے یہاں آئے ہیں مگر اتنا ضرور ہے کہ آپ کی وجہ سے ہمارا کاروبار ختم ہوگیا ہے۔"
"روکنا تو درکنار ہم نے کسی سے کچھ کہا تک نہیں۔"
شیخ نے طوائفوں سے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔
"اگر تم گناہوں کی تجارت قائم رکھنا چاہتی ہو تو شوق سے جاری رکھو۔ ہمیں تمہارے معمولات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"
سیہون کی بازاری عورتیں شیخ کے مفہوم کو نہ سمجھ سکیں اور خوش خوش اپنے گھروں کو لوٹ گئیں۔ ان کا خیال تھا کہ گم کردہ خریدار اپنے ٹھکانوں کی طرف لوٹ آئیں گے مگر کئی دن گزر جانے کے باوجود بھی حسن و شباب کی منزلوں کا کوئی مسافر

بھی لوٹ کر نہ آیا۔

طوائفیں دوبارہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور "شہر آرزو" کی بربادی پر ماتم کرنے لگیں۔

"لوگ کہتے ہیں کہ جب تک آپ یہاں موجود ہیں ان کے قدم اس کوچے کی طرف نہیں اٹھ سکتے۔"

"پھر تم لوگ کیا چاہتے ہو؟"

گدڑی پوش شیخ نے زنان بازاری سے پوچھا۔

"براہ کرم آپ یہاں سے چلے جائیں تاکہ ہمارے ویران گھروں کا اندھیرا دور ہو جائے۔"

طوائفوں نے عرض کیا۔

"جب تک آپ یہاں موجود ہیں کسی مکان میں کوئی چراغ نہیں جلے گا۔"

"مجبوری ہے ہم یہاں سے کہیں اور نہیں جا سکتے۔"

شیخ نے فرمایا۔

"اس مقام پر ہماری آخری آرامگاہ تعمیر ہو گی۔ اگر ہمارا وجود تمہارے کاروبار میں حارج ہے تو پھر تم لوگ کہیں اور چلے جاؤ۔"

"ہم تو مجبور عورتیں ہیں مگر ہمارا حاکم راجہ جیرجی بہت طاقتور ہے۔ وہ تمہیں چین سے رہنے نہیں دے گا۔"

طوائفیں مسلمان درویش کو دھمکی دے کر چلی گئیں۔

گدڑی پوش درویش فاحشہ عورتوں کی اس دھمکی پر مسکرا کر رہ گیا۔

واقعہ نمبر (۴۲):

راجہ کے دربار میں فریاد

پھر وہ طوائفیں حاکم سیہون راجہ جیرجی کے دربار میں فریاد کرنے لگیں۔

''ہمیں ایک مسلمان کے ظلم وستم سے نجات دلائی جائے۔''

راجہ جیرجی نے پورا واقعہ سنا تو حیران رہ گیا۔ پھر حاکم سیہون نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیتے ہوئے کہا کہ:

''اگر وہ لوگ بہ رضا و رغبت یہاں سے چلے جائیں تو بہتر ہے ورنہ انہیں یہاں سے جبراً نکال دو۔''

راجہ جیرجی کے شمشیر بدست سپاہی گدڑی پوشوں کے خیمے میں داخل ہوئے اور انہیں حاکم سیوستان (سیہون) کا حکم سنایا۔

گدڑی پوشوں نے وہی الفاظ دہرائے۔

''ہم صرف اپنے شیخ کے حکم کی پابندی کرتے ہیں اگر تمہیں کچھ کہنا ہے تو ہمارے شیخ سے کہو۔''

گدڑی پوشوں کے انکار سے راجہ جیرجی کے سپاہیوں کا غصہ بھڑک اٹھا تھا۔ وہ اسی حالت غضب میں شیخ کے خیمے کی طرف بڑھے مگر اندر داخل نہیں ہو سکے۔ سپاہیوں کو ایسے محسوس ہوا جیسے ان کے پیروں کی طاقت سلب ہو چکی ہے اور وہ اپنے جسم کو حرکت دینے سے قاصر ہیں۔ پھر جب سپاہیوں نے واپسی کا ارادہ کیا تو ان

کی ساری کی ساری طاقت دوبارہ سے بحال ہوگئی۔

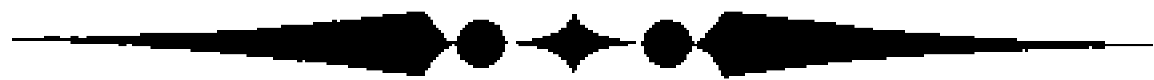
راجہ جیرجی اپنے سپاہیوں کی مجبوریوں کا قصہ سن کر پہلے تو حیران ہوا پھر وہ ایک انجانے سے خوف کی لپیٹ میں آ گیا۔

"کیا وہ اتنی ہی شکتی شالی (طاقتور) ہے کہ تم لوگ اس کے آگے دم بھی نہیں مار سکتے؟ تم نے اسے دیکھا تک نہیں اور ڈر کے مارے بھاگ کھڑے ہوئے۔"

"ہم کچھ نہیں جانتے مہاراج۔"

سپاہیوں نے گڑگڑاتے ہوئے کہا۔

"ہم نے اپنی حالت کو بے کم و کاست بیان کر دیا ہے۔ دیوتا ہی جانیں کہ وہ کون ہے اور یہاں کس لئے آیا ہے۔ ہمارے کان تو کسی بڑے خطرے کی آہٹ سن رہے ہیں۔"



واقعہ نمبر (۴۴):

نجومیوں کی طلبی

راجہ جیرجی نے فوری طور پر اپنے وزیروں، مشیروں اور درباری نجومیوں کو طلب کرلیا۔ تمام واقعات سن کر حاکم سیہون کی طرح اراکین سلطنت اور ستاروں کا علم جاننے والے بھی حیران و پریشان تھے۔ پھر درباری نجومیوں نے کاغذ پر بارہ خانے بنائے اور ان خانوں میں ستاروں کی موجودہ رفتار درج کی۔ کچھ دیر تک آپس میں مشورے کرتے رہے پھر یکایک ان کے چہروں پر خوف کے گہرے سائے لرزنے لگے۔ نجومیوں نے راجہ جیرجی کو مخاطب کرتے ہوئے عرض کیا۔

''ہم نے آپ سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ ایک مسلمان حدود سلطنت میں داخل ہوگا اور پھر وہی شخص اقتدار کے ساتھ ساتھ آپ کی زندگی کے لئے ایک سنگین خطرہ بن جائے گا۔''

حاکم سیہون راجہ جیرجی نے گھبرا کر پوچھا۔

''کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ یہ وہی شخص ہے۔''

''ہمارا علم تو یہی کہتا ہے۔''

تمام نجومیوں نے بیک زبان ہو کر کہا۔

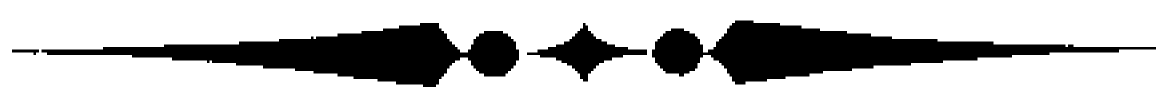
''شاید یہ وہی فقیر ہے جس کے ایک شاگرد کو آپ نے قید میں ڈال دیا ہے۔''

واقعہ نمبر (۴۴):

نعرہ مستانہ کی گونج

ماہرین نجوم نے جس واقعے کی طرف اشارہ کیا تھا اس کی تفصیل یہ ہے کہ کچھ دن پہلے ایک مسلمان سیہون میں داخل ہوا تھا اور قلعے کے جنوبی حصے میں گھنی جھاڑیوں کے اندر مقیم ہو گیا تھا۔ وہ دن میں تین مرتبہ اپنے رومال سے زمین کو صاف کرتا اور با آواز بلند کہتا تھا کہ:

"لوگو! میرا مرشد آرہا ہے میں اس کے استقبال کی تیاریاں کر رہا ہوں۔ تم بھی میرے مرشد کو گرمجوشی کے ساتھ خوش آمدید کہنا اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔"



واقعہ نمبر (۴۵):

راجکماری پر الزام

فقیر روزانہ یہی ایک نعرہ لگایا کرتا تھا۔ اتفاق سے راجہ جیرجی کے محل کی ایک کھڑکی جھاڑیوں کی طرف کھلتی تھی۔ حاکم سیہون کی خوبصورت لڑکی بناؤ سنگھار کرنے کے بعد دریچے میں آکر بیٹھ جاتی تھی اور جنگل کا نظارہ کرتی تھی۔ راج کماری کا یہ غیر معمولی انہماک دیکھ کر محل کی کنیزوں نے حاکم سیہون کو اطلاع دی کہ وہ اپنی بیٹی کی خبر لیں ورنہ صورتحال بے قابو ہوسکتی ہے۔ راج کماری ایک مسلمان پر فریفتہ ہوگئی ہے۔

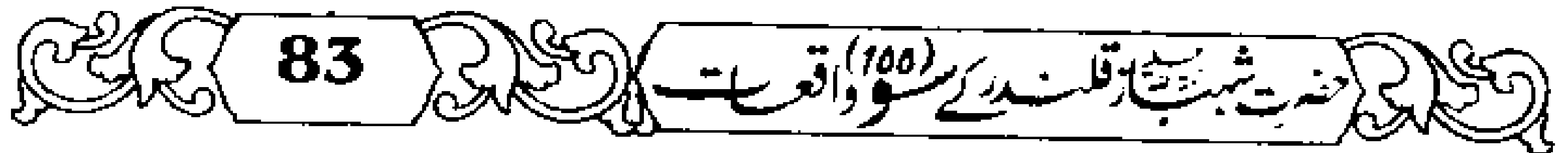
راجہ جیرجی نے خلوت میں راج کماری کو طلب کر کے پوچھا۔

"بیٹی یہ کنیزیں تمہارے بارے میں کیا کہہ رہی ہیں؟"

راج کماری نے کسی جھجک کے بغیر اس بات سے انکار کر دیا۔

"مہاراج میں اس شخص کو جانتی تک نہیں۔ آپ خود دریچے میں بیٹھ کر دیکھ لیں۔ فاصلہ اتنا زیادہ ہے کہ وہاں سے انسانی ہیولے کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔"

بیٹی کے کہنے پر راجہ جیرجی نے خود محل کے دریچے میں بیٹھ کر دیکھا۔ واقعتاً گھنی جھاڑیوں اور محل کے دریچے میں بہت فاصلہ تھا۔ وہاں سے کسی انسان کے نقش ونگار کا نظر آنا ناممکن ہی نہیں تھا پھر راج کماری ایک ہیولے سے کس طرح عشق کرسکتی تھی۔



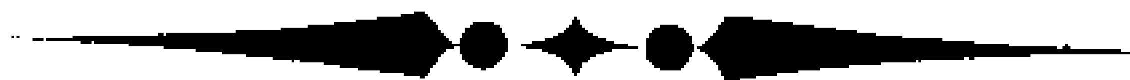
راجہ جیرجی شدید ذہنی کشمکش میں مبتلا تھا۔ اسی دوران کچھ تنگ نظر متعصب وزیروں نے حاکم سیہون کو مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

"اس سلسلے میں راج کماری بے قصور ہیں۔ سارا قصور اس مسلمان فقیر کا ہے جو مہاراج کی عزت و آبرو سے ایک بھیانک کھیل کھیل رہا ہے۔"

راجہ جیرجی نے استفہامیہ نظروں سے اپنے وزیروں کی طرف دیکھا۔

"دراصل وہ مسلمان فقیر راج کماری کے عشق میں مبتلا ہے۔"

وزیروں نے شک کا بیج بو دیا۔



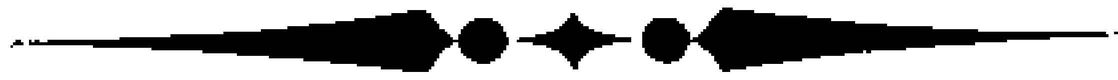
واقعہ نمبر ۶

ظلم وستم کی انتہا

راجہ جیرجی نے اقتدار و حکمرانی کے نشے میں تحقیق کئے بغیر مسلمان فقیر کو زنجیریں پہنا کر قید خانے میں ڈال دیا۔ پھر روزانہ اس کے کمزور جسم کو مشق ستم بنایا جاتا تھا مگر وہ ہر بار ایک ہی بات کہتا تھا۔

"میں اپنے مرشد کے سوا کسی کو نہیں جانتا۔ اسی کے عشق میں
تڑپ رہا ہوں اور خلش دل سے بے قرار ہو کر اسی کو پکارتا ہوں۔"

راجہ جیرجی اور اس کے وزیر ایک مسلمان درویش کی زبان سمجھنے سے قاصر رہے اور اس کے جسم پر وحشیانہ انداز میں تازیانوں کی بارش کرتے رہے۔ اسی اثناء میں طوائفوں والا واقعہ پیش آ گیا۔ ماہرین نجوم نے اسی طرف اشارہ کیا تھا۔



واقعہ نمبر (۴۷):

آخری تدبیر اور اس کا انجام

"پھر کیا کیا جائے؟"

راجہ جیرجی نجومیوں کی بات سن کر وحشت زدہ نظر آ رہا تھا۔

"مہاراج کو چاہئے کہ وہ مسلمان فقیر کی خدمت میں قیمتی نذریں پیش کریں اور یہاں سے چلے جانے کی درخواست کریں۔"

ایک نجومی نے حاکم سیہون کو مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

راجہ جیرجی دل سے تو نہیں چاہتا تھا کہ وہ ایک مسلم فقیر کا اس طرح احترام کرے مگر ماہرین نجوم نے اسے جھک جانے پر مجبور کر دیا تھا۔

پھر ایک معتبر وزیر، ہیرے، جواہرات اور اشرفیوں سے بھرا ہوا خوان لے کر درویشوں کے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت تمام مسلمان فقیروں نے کھانا پکانے کے لئے آگ جلائی تھی۔

راجہ جیرجی کے وزیر نے جواہرات اور سونے سے بھرا ہوا خوان شیخ کے سامنے رکھتے ہوئے عرض کیا کہ:

"یہ حاکم سیہون کی طرف سے آپ کے لئے ایک گرانقدر تحفہ ہے اسے قبول فرمائیے اور براہ کرم کسی دوسری جگہ پر تشریف لے جائیے۔"

"جسے تم گرانقدر تحفہ کہتے ہو اس کی حیثیت مٹھی بھر راکھ سے زیادہ نہیں

ہے۔"

یہ کہہ کر شیخ نے اپنے ایک خادم کو حکم دیا کہ:

"اس خوان کو اٹھا کر آگ میں ڈال دو۔"

راجہ جیرجی کے وزیر نے بڑی حیرت سے مسلمان درویش کی بات سنی۔ وہ دل ہی دل میں خندہ زن تھا کہ ایک معمولی سی آگ قیمتی ہیروں اور سونے کے ٹکڑوں کو کس طرح جلا سکتی ہے؟

خدمت گار نے اپنے مرشد کے حکم کے مطابق خوان اٹھا کر آگ میں ڈال دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایک شعلہ سا بھڑکا اور تمام لعل، جواہر اور سونے کے ٹکڑے جل کر خاک ہو گئے۔

"ہمیں نذر کرنے کے لئے ایک مٹھی بھر راکھ لایا تھا۔"

شیخ نے بت پرست وزیر کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

حاکم سیہون کا نمائندہ کچھ دیر تک تو پتھرائی ہوئی آنکھوں کے ساتھ یہ ناقابل یقین منظر دیکھتا رہا۔ وہ سونا جو کہ تپتی ہوئی بھٹی میں بہت دیر کے بعد پگھلتا تھا اسے معمولی آگ کے شعلوں نے چند لمحوں میں جلا کر خاک کر دیا تھا۔ مسلمان درویش کی یہ کرامت دیکھ کر وزیر نے قدموں میں سر رکھ دیا اور گداگرانہ لہجے میں عرض کرنے لگا۔

"میرا اس میں کوئی قصور نہیں ہے۔ میں تو راجہ کے حکم سے مجبور ہوں۔ میری جان بخش دی جائے۔"

وزیر نے اپنی زندگی کی بھیک مانگتے ہوئے کہا۔

"تجھے معاف کیا جاتا ہے۔"

شیخ نے بے نیازانہ انداز میں فرمایا۔

پھر جب وزیر کانپتے قدموں کے ساتھ واپس جانے لگا تو شیخ نے نہایت پُر جلال لہجے میں فرمایا کہ:

"اپنے راجہ سے کہہ دینا کہ ہم یہاں سے واپس جانے کے لئے نہیں آئے۔ ہم بفضل اللہ تعالیٰ اس بستی میں تادیر رہیں گے اور اسی کے حکم سے اسی جگہ ہماری قبر تعمیر ہوگی۔ اگر حاکم سیہون اپنی سلامتی چاہتا ہے تو خود یہاں سے چلا جائے۔"

پھر مختصر سے سکوت کے بعد شیخ نے فرمایا۔

"راجہ کو چاہئے کہ ہمارے مرید کو ایذا پہنچانے سے باز رہے اور اسے عزت و احترام کے ساتھ رہا کر دے ورنہ ہم خود اسے آزاد کرا لیں گے۔"

وزیر دوبارہ حاکم سیہون کی خدمت میں پہنچا اور اس نے لعل و جواہر کے راکھ ہو جانے کا پورا واقعہ سناتے ہوئے کہا۔

"مہاراج! وہ ایک انتہائی طاقتور سنیاسی ہے۔ بہتر ہے کہ اس کی بات مان لی جائے۔"

وزیر کی گفتگو سن کر راجہ جیرجی غضبناک ہو گیا۔

"تو بزدل ہے کہ ایک معمولی سی بات سے ڈر گیا۔ میں نے اس سے بھی بڑی شعبدہ بازیاں دیکھی ہیں۔ میری سلطنت میں ایسے ایسے کامل جادوگر موجود ہیں جو مسلمان سنیاسی کے طلسم کو پارہ پارہ کر دیں گے۔"

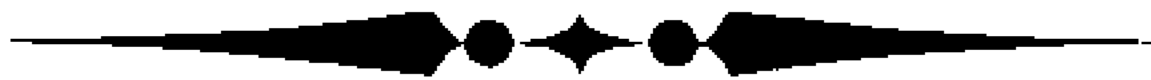
پھر جب وزیر نے شیخ کے مرد کو رہا کرنے کی بات کی تو حاکم سیہون اور بھی زیادہ بھڑک اٹھا۔

"ہم تو اسے نہیں چھوڑیں گے۔ اگر وہ جادوگر اپنے چیلے کو آزاد کر سکتا ہے تو کرا لے۔"

ماہرین نجوم نے بھی راجہ جیرجی کو سمجھایا کہ وہ ضد سے کام نہ لے مگر حاکم سیہون کے دماغ پر اقتدار کا نشہ طاری تھا۔ اس لئے اس نے اپنے کان بند کر لئے اور ایک ہی بات کو بار بار دہراتا رہا۔

"وہ اپنے دل کی حسرتیں نکال لے میں ہر نقصان برداشت کرنے کے لئے تیار ہوں۔"

حاکم سیہون کی ضد کو دیکھ کر وزیر و مشیر خاموش ہو گئے۔



واقعہ نمبر (۴۸):

مرشد کی پکار

پھر ایک اور عجیب واقعہ پیش آیا۔ درویش نے عشاء کی نماز ادا کی اور پھر خدمت گاروں کی موجودگی میں اپنے اس شاگرد کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا جو کہ راجہ جیرجی کی قید میں تھا اور کئی مہینوں سے دردناک سزائیں برداشت کر رہا تھا۔

''بودلہ! اب تم ہمارے پاس چلے آؤ۔ ہماری آنکھیں تمہیں دیکھنے کے لئے بے چین ہو رہی ہیں۔''

خدمت گار حیران تھے کہ پیر و مرشد کسے پکار رہے ہیں؟ بودلہ کون ہے اور کہاں رہتا ہے؟

خادموں کو حیران پا کر شیخ نے فرمایا کہ:

''بودلہ! ہمارا مرید ہے اور تمہارا بھائی ہے۔ وہ ہمارے ہی حکم پر سیہون آیا تھا مگر یہاں کے جابر حاکم نے اس پر جھوٹا الزام لگا کر اسے قید خانے میں ڈال دیا ہے۔ مگر آج رات زنداں کی دیواروں میں گہرے شگاف پڑ جائیں گے اور تمام زنجیریں کھل کر زمین پر گر جائیں گی اور بودلہ بس آنے ہی والا ہے۔''

ادھر شیخ کی زبان مبارک سے یہ کلمات ادا ہوئے اور ادھر بودلہ کا زخمی جسم اچانک زنجیروں سے آزاد ہو گیا۔ بودلہ نے بڑی حیرت سے یہ منظر دیکھا اور ابھی اس

کی حیرانی برقرار تھی کہ یکا یک زنداں کا دروازہ کھل گیا۔ بودلہ سمجھ گیا کہ یہ تائید غیبی کے سوا کچھ نہیں ہے اس نے بے اختیار نعرہ مارا۔

"میرا مرشد آ گیا۔ میرا مرشد آ گیا۔"

شدید زخمی ہونے کے سبب بودلہ کی ناتوانی انتہا کو پہنچ چکی تھی مگر زنجیروں سے آزاد ہونے کے بعد اسے اپنے جسم میں نئی توانائی محسوس ہونے لگی۔ وہ تیزی سے اٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ قید خانے کے میدان سے گزر کر صدر دروازے کی طرف آیا تو زنداں کی بلند دیواریں اس کا راستہ روکے کھڑی تھیں۔ بودلہ نے حسرت سے دیواروں کی طرف دیکھا تو یکا یک ایک دیوار شق ہوئی اور اس میں گہرا شگاف پڑ گیا۔ بودلہ نے زوردار نعرہ مارا اور شگاف سے گزر کر باہر آ گیا۔

پھر اسے مرشد کی آواز سنائی دی۔

"بودلہ! اسی راستے پر چلے آؤ۔ ہم تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔"

بودلہ نے حیران ہو کر چاروں طرف دیکھا مگر دور دور تک کسی کی موجودگی کے آثار نہیں ملتے تھے۔ وہ اپنے مرشد کی آواز کو پہچانتا تھا آخر اسی آواز کے سہارے چل پڑا۔ ابھی تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا ہو گا کہ بودلہ کو چند خیمے نظر آئے۔ پھر وہ غیر ارادی طور پر ایک خیمے میں داخل ہوا یہ اس کے مرشد کا خیمہ تھا۔ بودلہ نے حیران ہو کر شیخ کی طرف دیکھا۔ پھر والہانہ انداز میں آگے بڑھا اور مرشد کے قدموں سے لپٹ کر رونے لگا۔ شیخ کے دوسرے خدمت گار بھی ایک اجنبی شخص کو خیمے میں داخل ہوتے دیکھ کر اس کے گرد سمٹ آئے تھے۔ بودلہ ہچکیوں سے رو رہا تھا اور مرشد اس کے جسم پر ہاتھ پھیرتے ہوئے نہایت مشفقانہ لہجے میں فرما رہے تھے۔

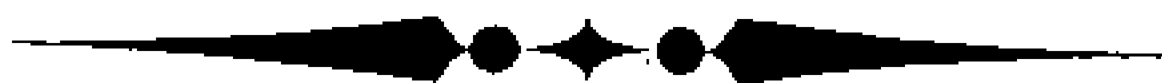
"بس تمہاری آزمائش ختم ہوئی تم سرخرو ٹھہرے اور تمہارے دشمن ہلاکت کو پہنچے۔"

خدمت گاروں نے دیکھا کہ اجنبی شخص کے پورے جسم پر زخموں کے نشانات تھے اور جگہ جگہ سے گوشت نچا ہوا تھا۔

شیخ نے اپنے خدام کی طرف دیکھ کر فرمایا۔

"یہی تمہارا بھائی بودلہ ہے۔ اسے حاکم سیہون نے ناحق ستایا ہے۔ انشاء اللہ وہ بہت جلد اپنے عبرتناک انجام کو پہنچے گا۔"

پھر دیکھنے والے حیران رہ گئے کہ چند روز میں ہی بودلہ کے تمام زخم کسی دوا کے بغیر ہی بھر گئے اور جسم پر چوٹ کا کوئی نشان تک باقی نہ رہا۔ یہ شیخ کی ایک اور کرامت تھی۔



واقعہ نمبر (۴۹):

دربار میں ہلچل اور طوفان

جب دوسرے دن زنداں کے محافظوں نے بودلہ کو موجود نہیں پایا تو راجہ جیرجی کے دربار میں ہلچل مچ گئی۔

"مہاراج! آپ نے دیکھا کہ مسلمان سنیاسی اپنے قیدی کو اس طرح چھڑا کر لے گیا ہے کہ ہمارے آہنی دروازے اور طاقتور محافظ کسی کام نہ آسکے۔"

وزیر نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ یہ وہی وزیر تھا جو شیخ کی خدمت میں قیمتی تحائف لے کر حاضر ہوا تھا۔

"ابھی وقت ہے کہ ہم سنبھل جائیں اور اس فقیر کو ستانے سے باز رہیں۔"

راجہ جیرجی نے اپنے وزیر کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور اس کا عیارانہ ذہن نیا منصوبہ تراشنے لگا۔

پھر جب مسلمان درویش کی اس کرامت کا شور بلند ہوا تو اس محلے کی طوائفیں ترک سکونت کر کے کسی اور محلے میں چلی گئیں۔

زنان بازاری کے رخصت ہوتے ہی شیخ نے اپنے خدمت گاروں کو حکم دیا کہ "ان مکانوں کو ڈھا دو اور زمین کو ہموار کر دو۔"

خدام پیر و مرشد کے حکم پر فوراً ہی عمل پیرا ہوئے اور ان لوگوں نے

طوائفوں کے مکانوں کو مسمار کرنا شروع کر دیا۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد یہ خبر پورے شہر میں عام ہوگئی۔ ابھی ایک مکان بھی پوری طرح منہدم نہیں ہوا تھا کہ چند مسلح افراد گھوڑوں پر نمودار ہوئے اور پھر ایک توانا شخص غصے سے بھرا ہوا نیچے اترا اور انتہائی غضبناک لہجے میں درویشوں سے مخاطب ہو کر بولا۔

"تم لوگ کس کے حکم پر مکانوں کو ڈھا رہے ہو؟"

درویشوں نے مسلح افراد کی طاقت سے مرعوب ہوئے بغیر کہہ دیا کہ وہ اپنے شیخ کے حکم پر عمل کر رہے ہیں۔

"تمہارا شیخ کون ہے؟"

اس شخص نے قہر آلود لہجے میں پوچھا۔

خدمت گار اس سوال کا جواب دینے ہی والے تھے کہ شیخ اپنے خیمے کے دروازے پر جلوہ افروز ہوئے۔

"وہ ہیں ہمارے شیخ۔"

درویشوں نے اپنے شیخ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

مسلح شخص آگے بڑھا اور چیختے ہوئے بولا۔

"میں اس زمین کا مالک ہوں۔ تم لوگ کس حیثیت سے میرے تعمیر کردہ مکانوں کو مسمار کر رہے ہو؟"

اس کے ساتھ ہی راجپوت زمیندار کے منہ سے مغلظات کا فوارہ اُبل پڑا۔

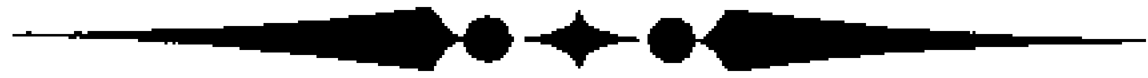
شیخ نے کچھ کہے بغیر اپنا عصا سے زمیندار کے جسم پر ایک ضرب لگائی اور پھر پورا علاقہ اس کی چیخوں سے گونجنے لگا۔ وہ زمین پر گر کسی ذبح کئے ہوئے جانور کی طرح تڑپنے لگا۔ راجپوت زمیندار کے ساتھی حیرت و خوف کے ساتھ یہ منظر دیکھ رہے

تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے زمیندار دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اس کے ملازمین پر اس قدر دہشت طاری ہوئی کہ وہ درویشوں کو روکنے کی بجائے وہاں سے فرار ہو کر راجہ جیر جی کے پاس پہنچے اور اس کے سامنے سارا واقعہ بیان کر دیا۔

"مہاراج! اگر مسلمان سنیاسی کو نہ روکا گیا تو پورے سیہون میں بھونچال آ جائے گا۔"

راجہ جیر جی نے اسی وقت سپاہیوں کا ایک دستہ روانہ کرتے ہوئے حکم جاری کر دیا۔

"ایک معزز شہری کے قتل کے جرم میں مسلمان سنیاسی کو گرفتار کر کے ہمارے سامنے پیش کیا جائے۔"



واقعہ نمبر (۵۰):

باہمی مکالمہ

بعض روایتوں میں یہ درج ہے کہ خود حاکم سیہون سپاہی لے کر درویش کے پاس پہنچا اور نہایت تحقیر آمیز لہجے میں بولا۔

"راجپوت زمیندار کے قتل کا حساب کون دے گا؟"

راجہ جیرجی کا خیال تھا کہ مسلمان سنیاسی اس کا جاہ جلال دیکھ کر خوفزدہ ہو جائے گا مگر حاکم سیہون کی یہ خوش گمانی اس وقت دور ہوگئی جب درویش نے مادی اقتدار کی نفی کر دی۔

"تم کون ہو اور کس قتل کے بارے میں پوچھ رہے ہو؟"

درویش نے راجہ جیرجی سے پوچھا۔

ایک مردمومن کی اس شان بے نیازی پر حاکم سیہون بھڑک اٹھا۔

"میری ہی زمین پر رہتے ہو اور مجھ ہی سے سوال کرتے ہو کہ میں کون ہوں؟"

"زمین کی ملکیت کا معاملہ کچھ اور ہے اور جسے تم عنقریب اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے۔ فی الحال اپنی آمد کا مقصد بیان کرو۔"

درویش نے جان بوجھ کر اپنی لاعلمی اور بے خبری کا مظاہرہ کیا۔

یہ سن کر راجہ جیرجی کچھ اور غضبناک ہوگیا پھر اس نے اپنے ایک وزیر کی

طرف اشارہ کیا کہ وہ مسلمان سنیاسی کو فرد جرم پڑھ کر سنائے۔

وزیر مملکت درویش سے مخاطب ہوا۔

"تمہارا پہلا جرم یہ ہے کہ تم کسی بھی قسم کی اجازت کے بغیر اس محلے میں خیمہ زن ہوئے اور ان ناچنے گانے والی عورتوں کو بے دخل کیا جو کہ ایک طویل عرصے سے یہاں مقیم تھیں۔ پھر ان مکانوں کو مسمار کرنا شروع کیا جو کہ راجپوت زمیندار کی ملکیت تھے اور آخر میں جب زمین کا مالک ان زیادتیوں کے خلاف احتجاج کرنے کے لئے آیا تو تم نے اس کو قتل کر ڈالا۔"

مسلمان درویش نے اپنے خلاف فرد جرم سنی اور پھر نہایت مطمئن لہجے میں الزامات کا جواب دینا شروع کیا۔

"ہم مسلمان کسی پر جبر نہیں کرتے۔ زنان بازاری یہاں سے خود گئیں۔ انہیں کسی نے زبردستی نہیں اٹھایا۔ مکانوں کو مسمار اس لئے کیا کہ وہ ناپاک تھے۔ ساری زمین اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اسی لئے اس کے حکم سے یہ جگہ ہماری ملکیت ہے اور ہم نے کسی راجپوت زمیندار کو قتل نہیں کیا۔ ہاں ایک پاگل کتا ادھر ضرور آیا تھا اور ہم نے بہت چاہا کہ وہ ادھر سے بھونکتا ہوا گزر جائے اور ہمیں کوئی نقصان نہ پہنچے مگر جب وہ کاٹ کھانے کے لئے جھپٹا تو ہم نے اسے بحکم خدا ہلاک کر ڈالا۔ سامنے اسے کی قبر ہے۔"

درویش نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ہم نے اس کتے کو وہیں دفن کر دیا ہے۔"

"وہ کتا نہیں سردار تھا۔"

راجہ جیرجی دوبارہ مسلمان درویش سے مخاطب ہوا۔

"یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"ان کی نظر میں مرنے والا سرداری ہو گا مگر ہم نے تو ایک کتے ہی کو زمین کے سپرد کیا ہے۔"

درویش نے اسی بے نیازی اور استقامت کے ساتھ اپنے الفاظ دہرائے۔

راجہ جیر جی نے اپنے سپاہیوں کو قبر کھولنے کا حکم دیا اور انتہائی قہر آلود لہجے میں مسلمان درویش کو تنبیہ کرتے ہوئے بولا۔

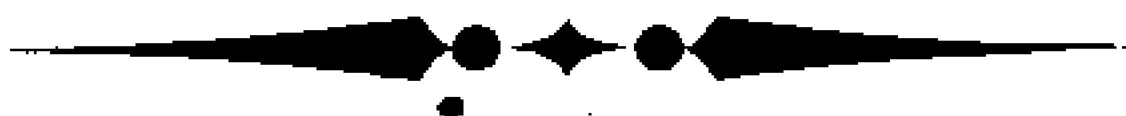
"اگر اس گڑھے سے راجپوت سردار کی لاش برآمد ہو گئی تو پھر تم لوگوں کی خیر نہیں ہے۔ اس قتل کی پاداش میں ایک ایک کو سولی پر لٹکا دیا جائے گا۔"

"یہ تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ کس کا کیا حشر ہو گا۔ ویسے تم اطمینان سے قبر کھول کر دیکھ لو کہ وہاں تمہارا راجپوت زمیندار دفن ہے یا کہ کوئی کتا۔"

مسلمان درویش کے چہرے اور لہجے سے اطمینان کا اظہار ہو رہا تھا۔

پھر جب قبر کھولی گئی تو راجہ جیر جی کے سپاہی خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹ گئے۔ قبر میں راجپوت زمیندار کے بجائے ایک سیاہ کتا دفن تھا۔ حاکم سیہون نے بھی یہ ناقابل یقین منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ زمیندار کے ملازمین دہشت زدہ ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ جیر جی کے سپاہی بھی وہاں سے فرار ہونا چاہتے تھے مگر راجہ کی ناراضگی کے سبب مجبوراً وہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔

کچھ دیر کے بعد حاکم سیہون ایک شکست خوردہ انسان کی حیثیت سے اپنے محل میں واپس لوٹ آیا اور درویش کے خدمت گاروں نے مکانوں کو مسمار کرنا شروع کر دیا۔



واقعہ نمبر (۵۱):

نیند حرام

راجہ جیر جی کی نیندیں حرام ہوگئی تھیں۔ سیہون میں ایک مسلمان درویش کی موجودگی اس کے لئے مستقل عذاب بن کر رہ گئی تھی۔ وہ درباریوں کے سامنے اپنے آپ کو بے خوف و بے نیاز ثابت کرنے کی کوشش کرتا تھا مگر اندرونی طور پر بہت زیادہ خوفزدہ تھا۔ اکثر اسے تنہائی میں نجومیوں کے لفظوں کی بازگشت سنائی دیتی تھی۔

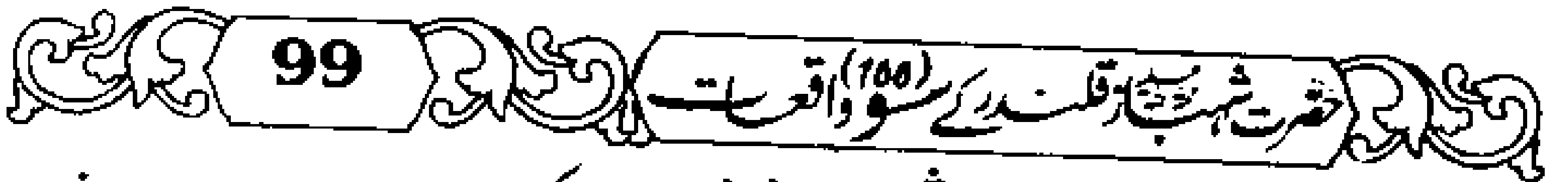
''مہاراج! یہ وہی شخص ہے جس کے ہاتھوں آپ کی زندگی اور اقتدار کو شدید خطرہ لاحق ہوگا۔''

راجہ جیر جی کئی بار اپنی فوجی طاقت کا مظاہرہ کر چکا تھا مگر ہر بار اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تھا۔ آخر حاکم سیہون نے اپنے علاقے کے کچھ جادوگروں کو طلب کر کے ان سے مسلمان درویش کے بارے میں مشورہ کیا۔

بہت غور و فکر کے بعد تمام جادوگر ایک ہی نتیجے پر پہنچے اور ان سیاہ کاروں نے حاکم سیہون کے روبرو اس مسلمان درویش کی روحانی طاقتوں کا اعتراف کرتے ہوئے کہا۔

''مہاراج! اس شخص کی اُڑان بہت اونچی ہے۔ بدقسمتی سے ہمیں اس مقام تک رسائی حاصل نہیں ہے۔ ہمارا علم و ہنر مسلمان درویش کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔''

جادوگروں کے اس اعتراف پر راجہ جیر جی بہت برہم ہوا۔



"جب تم لوگ میرے دشمن کو دفع نہیں کر سکتے تو پھر تمہارا عدم وجود دونوں برابر ہیں۔"

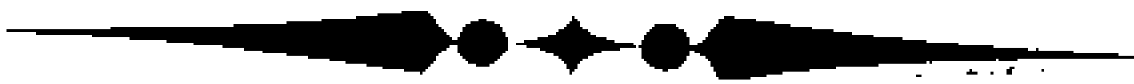
سیہون کے ساحروں نے مقابلے سے پہلے ہی اپنی شکست تسلیم کر لی تھی۔

"ہمارا عجز اپنی جگہ مگر پھر بھی ہم مہاراج کو ایک مفید مشورہ دے سکتے ہیں اور اگر اس ترکیب پر عمل کیا گیا تو بہت جلد آپ کو اپنے دشمن سے چھٹکارا مل جائے گا۔"

پھر جب حاکم سیہون نے وہ ترکیب پوچھی تو جادوگروں نے اپنا تجویز کردہ نسخہ بتا دیا۔

"اگر کسی طرح مسلمان درویش کے شکم میں حرام غذا داخل کر دی جائے تو اس کی ساری روحانی قوت زائل ہو جائے گی اور پھر ہمارے جادو کی شکتی اس پر غالب آ جائے گی۔"

راجہ جیر جی نے ساحروں کا یہ مشورہ قبول کر لیا اور پھر کچھ دن تک مسلمان درویش کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی عقیدت کا اظہار کرتا رہا۔ یہ حاکم کی ایک سیاسی چال تھی۔ وہ اپنے منافقانہ عمل سے یہ تاثر دینا چاہتا تھا کہ اس نے مسلمان درویش کے وجود کو تسلیم کر لیا ہے۔



واقعہ نمبر (۵۲):

آخری حربہ

آخر راجہ نے ایک روز کسی حرام جانور کا گوشت پکوایا اور کئی خوان سجا کر مسلمان درویش کی خدمت میں بھیج دیئے۔

خدمت گاروں نے حاکم سیہون کی نذر قبول کی اور تمام خوان اپنے مرشد کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ ''یہ کیا ہے؟''

شیخ نے خدام سے پوچھا۔ ''راجہ جیر جی نے آج فقیروں کی دعوت کی ہے۔''

خدام نے دست بستہ عرض کیا۔

شیخ نے ایک خوان سے کپڑا اٹھایا اور کھانا دیکھتے ہی شیخ کا رنگ متغیر ہو گیا۔

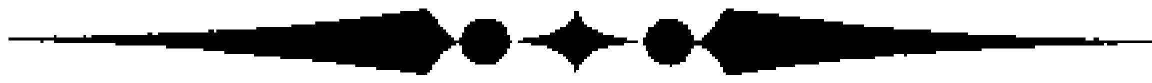
پھر چہرے پر غیظ و جلال کے آثار نمایاں ہوئے۔ خدام حیرت و سکوت کے عالم میں مرشد کی بدلتی ہوئی کیفیت دیکھ رہے تھے۔

''ہمارا خیال تھا کہ وہ کافر اتنی نشانیاں دیکھنے کے بعد ایمان لے آئے گا مگر جس کی تقدیر میں ہلاکت و بربادی لکھی جا چکی ہو اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ٹال سکتا۔''

یہ کہہ کر شیخ نے کھانے سے بھرا ہوا خوان الٹ دیا۔

مرشد کے اس عمل سے خدام پر لرزہ طاری ہو گیا۔ پھر دوسرے ہی لمحے زمین بھی لرزنے لگی۔ سیہون شدید زلزلے کی لپیٹ میں تھا۔ زمین نے دو تین

کر دئیں لیں اور طاقت و اقتدار کا سارا کھیل ختم ہو گیا۔ ادھر شیخ کے سامنے خوان الٹا پڑا تھا اور ادھر راجہ جیر جی کے قلعے کی بنیادیں الٹی ہو گئی تھیں۔ سینکڑوں منکرین ملبے میں دب کر ہلاک ہو گئے تھے اور پھر کچھ دن کے بعد ان کی ہڈیاں گل سڑ کر رزق خاک ہو گئیں۔ یہ درویش مشہور بزرگ حضرت مخدوم لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ تھے جن کے ہیبت و جلال سے باطل پرستوں کی صفوں میں شگاف پڑ گئے۔ ہزاروں پتھر کے پجاریوں نے اپنے ہاتھوں سے قشقے کے نشانات کھرچ ڈالے اور گلے میں پڑے ہوئے زنار توڑ کر پھینک دیئے۔ درختوں، جانوروں، ستاروں، چاند اور سورج کو سجدہ کرنے والوں نے "حی و قیوم" کی وحدانیت پر گواہی دی اور سرورِ کونین ﷺ کی رسالت کا اقرار کیا۔



واقعہ نمبر (۵۴):

ایک ہندو کی عقیدت

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کرامت بھی بہت مشہور ہے کہ سیہون شریف میں قیام کے دوران آپ رحمۃ اللہ علیہ کے گلے میں ایک گلوبند رہتا تھا جو کہ پتھر کا بنا ہوا تھا۔ اس گلوبند کے وزن کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی گردن ہمیشہ جھکی رہتی تھی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کی عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے۔

اسی حالت میں اکثر آپ رحمۃ اللہ علیہ محلہ کانوگا کے نزدیک ایک گلی میں جا کر بیٹھ جایا کرتے تھے۔ کانوگا ہندوؤں کا ایک مشہور خاندان تھا۔ یہ لوگ پردہ کی سخت پابندی کیا کرتے تھے۔ ان کی عورتوں کو اگر کہیں جانا ہوتا تھا تو وہ ڈولی میں بیٹھ کر جاتی تھیں۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ جب اس گلی میں آ کر بیٹھتے تو اس محلے کی ایک عورت چھپ کر کھڑکی سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کرتی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی بھی اس عورت کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھا۔ چونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے گلے میں گلوبند پڑا رہتا تھا اس لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنا چہرہ اوپر اٹھا کر کسی کی طرف نہیں دیکھتے تھے۔ ایسی حالت میں وہ عورت بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے کی زیارت نہ کر سکتی تھی۔ یہ سلسلہ کافی عرصہ تک چلتا رہا وہ عورت آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دیدار پر قادر نہ ہو سکی۔

آخرکار ایک دن وہ اس قدر بے تاب ہوئی کہ اس نے کھڑکی سے چھلانگ

لگا دی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں آن گری۔ اس نے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ کا دیدار کیا اس کی روح قفس عصری سے پرواز کر گئی۔

اس بات کی خبر پورے محلہ میں پھیل گئی اور لوگ بھاگتے ہوئے آئے تا کہ اس عورت کی لاش کو اٹھا کر لے جائیں۔ عورت کے گھر والوں نے اس کی لاش کو اٹھانا چاہا مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ اس صورت حال کو دیکھ کر ان لوگوں نے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ ہمیں لاش اٹھا کر لے جانے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر تم سچے دل سے نیت کے ساتھ اس کو اٹھاؤ کہ تم اس کو جلانے کی بجائے دفن کرو گے تو پھر تم اس کو اٹھا سکو گے ورنہ نہیں۔ ان لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے وعدہ کیا کہ وہ عورت کو دفن کریں گے۔

چنانچہ اب انہوں نے لاش کو اٹھانا چاہا تو وہ اٹھائی گئی۔ پھر انہوں نے اسے اسلامی اصولوں کے مطابق اسی محلہ میں بڑے دروازے کے نزدیک دفن کر دیا۔ اب بھی اس کا مزار وہاں موجود ہے اور جب حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مبارک ہوتا ہے تو وہاں سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مہندی اٹھائی جاتی ہے اور بڑی دھوم دھام سے اس کو لے کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ شریف پر لایا جاتا ہے۔

واقعہ نمبر (54):

قحط سے نجات

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ سیہون شریف اور اس کے ارد گرد کے علاقوں میں اس قدر شدید قحط پڑا کہ لوگوں کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ کھانے کی کوئی بھی چیز دور دور تک دکھائی نہ دیتی تھی۔ بارشیں ہونا بند ہو گئیں۔ نہریں خشک ہو گئیں۔ جو پانی تھا وہ بھی زیر زمین چلا گیا۔ کنویں سوکھ گئے اور پانی کا کہیں بھی نام و نشان نظر نہ آتا تھا۔ اس قدر خوفناک قحط کی صورت پیدا ہو گئی کہ زندہ بچنے کا کوئی امکان نظر نہیں آتا تھا۔ ہر کوئی پریشانی اور مصیبت میں مبتلا تھا۔ آخر کار علاقے کے سینکڑوں لوگ اکٹھے ہو کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ اقدس کے گرد جمع ہو گئے اور آہ و زاری کرنے لگے اور دہائیاں دینے لگے۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کا شور سنا تو اپنے حجرے سے باہر تشریف لائے۔ لوگوں کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کو سمجھاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تم سب لوگ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرو اور میرے پیچھے کھڑے ہو جاؤ۔ میں اللہ تعالیٰ سے باران رحمت کی دعا مانگتا ہوں تم سب با آواز بلند آمین کہتے جانا۔ لوگ فوراً اس کے لئے تیار ہو گئے اور گڑگڑاتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے توبہ استغفار کی۔ پھر حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے کھڑے ہو کر دعا کی غرض سے اپنے ہاتھ پھیلا دیئے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے بھی قبلہ رو کھڑے ہو کر دعا کے لئے دست مبارک دراز کئے اور بارگاہ الٰہی میں عاجزی و انکساری کے ساتھ دعا مانگنا شروع کر دی اور کہا کہ

اے میرے پروردگار! میں تیرا بڑا ہی مسکین اور عاجز بندہ ہوں گو میرے گناہ اس قدر زیادہ ہیں کہ تیرے حضور کھڑے ہوتے ہوئے شرمندگی محسوس کرتا ہوں لیکن اے میرے پروردگار! میں تیرے ہی حکم کے مطابق تیری بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا ہوں اور اس مصیبت کی گھڑی میں تجھ کو ہی پکارتا ہوں۔

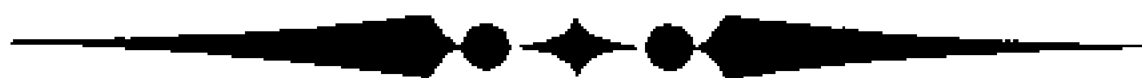
اے باری تعالیٰ! تو میرے گناہوں کی طرف نہ دیکھ بلکہ اپنی رحمت اور اپنے فضل و کرم سے ہم پر نگاہ کرم فرما۔ یہ تیرے عاجز اور مسکین بندے میرے پاس مشکل حالات میں آئے ہیں۔ میں ان کو تیری بارگاہ میں پیش کرتے ہوئے تیرے حضور فریاد کرتا ہوں۔ اے اللہ تعالیٰ! میری فریاد پر توجہ فرما۔ میری دعا کو قبولیت کا شرف عطا فرما۔ اپنے بندوں کو اس قحط سے نجات عطا فرما۔ اپنے آسمانوں کو حکم دے کہ وہ پانی برسائیں۔ اپنی زمین کو حکم فرما کہ وہ رزق اُگائے۔ اپنے چشموں اور اپنے دریاؤں کو حکم فرما کہ وہ پانی سے بھر جائیں۔ اپنے کنوؤں کو حکم فرما کہ وہ پانی سے اُبلنے لگیں۔

اے اللہ تعالیٰ! ہر طرف ہریالی پیدا فرما۔ خوشحالی اور آسائش مہیا فرما۔ اے اللہ تعالیٰ! ہم سب پر اپنا رحم و کرم نازل فرما۔ ہم سب کی دعا کو قبول فرما۔ ہمیں اس قحط کے عذاب سے خلاصی عطا فرما۔ اے میرے پروردگار! ہم تجھے پیارے محبوب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطہ دے کر عاجزی و انکساری کے ساتھ التجا کرتے ہیں کہ ہماری طرف سے نظر نہ پھیر۔ ہم سے عذاب ٹال دے۔ اپنا خصوصی فضل و کرم نازل فرما اور بارانِ رحمت برسا۔ اے اللہ تعالیٰ! تیرے یہ بندے قحط کی وجہ سے پریشان اور مصیبت میں مبتلا ہیں تو ہی ان کی مدد فرمانے والا ہے۔ تو ہی اس مصیبت سے با

نکالنے والا ہے۔

اے میرے پروردگار! ہم بڑی امیدیں لے کر اپنے دامن پھیلائے دست دعا دراز کئے تیری بارگاہ میں حاضر ہیں۔ ہم پر اپنا فضل و کرم نازل فرما۔ تجھے تیری رحیمی اور کریمی کا واسطہ دیتے ہیں اور یہ امید رکھتے ہیں کہ تو ہماری دعا کو رد نہیں فرمائے گا۔

کہا جاتا ہے کہ ابھی حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ دعا مانگ کر اپنے حجرہ مبارک میں داخل بھی نہیں ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور باران رحمت نازل فرمائی۔



واقعہ نمبر ۵۵:

بیماروں کو شفا

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مشہور کرامت یہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آنے والا کوئی بھی مریض کبھی مایوس نہیں جاتا تھا۔ وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کے طفیل بفضل باری تعالیٰ صحت یاب ہو کر واپس جاتا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ جب کسی مریض کو دیکھتے تو اس پر گہری نظریں جما دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے بیماری! میں اللہ کے نام کا تجھے واسطہ دیتا ہوں کہ تو اس کے پاس سے چلی جا۔ اس جملہ کے کہتے ہی تندرستی کے آثار پیدا ہونے لگتے تھے اور مریض افاقہ محسوس کرنے لگتا تھا۔ اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ قرآن پاک کی چند آیات کریمہ تلاوت فرماتے اور پانی پر دم کر کے فرماتے کہ اس پانی کو مریض کو پلاؤ اور مریض کی آنکھوں پر لگاؤ۔ مریض کے لواحقین آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت پر عمل کرتے اس طرح مریض صحت یاب ہو جاتے۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ پانی پر دم کرتے وقت ایک مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھتے، ایک مرتبہ سورہ فلق اور سورہ الناس پڑھتے۔ پھر اس کے بعد کلمہ پڑھتے اور پھر خلفائے راشدین کے نام کے وسیلہ جمیلہ سے مریض کی شفایابی کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دعا بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوتی اور ہر طرح کا مریض صحت یاب ہو جاتا اور اس کی بیماری مکمل طور پر رفع ہو جاتی۔

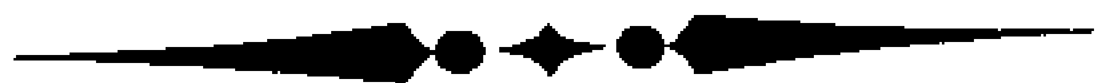
واقعہ نمبر (۵۶):

خطبہ کی کرامت

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کرامت یہ بھی بہت مشہور اور زبان زد و عام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زبان اور آواز میں اس قدر تاثیر پیدا کی تھی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان لوگوں کے دلوں میں گھر کر جاتا تھا اور لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کو اس قدر توجہ اور یکسوئی سے سنتے تھے کہ ایک سکوت سا طاری ہو جاتا تھا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نماز کی امامت بہت ہی کم کرواتے تھے اور ہمیشہ یہ کوشش کرتے تھے کہ پاس موجود علمائے کرام میں سے کوئی امامت کروائے۔ جمعتہ المبارک کا خطبہ کا خاص طور پر اہتمام فرماتے تھے۔ سیوستان میں قیام کے دوران دور دراز سے لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا واعظ سننے کے لئے جمعہ کے دن ذوق وشوق سے آتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے واعظ کی شہرت دور دراز تک پھیلی ہوئی تھی اور صرف جمعہ کے دن لوگوں کے شوق و ذوق کو مدنظر رکھتے ہوئے جمعہ کے خطبہ کے ساتھ ساتھ امامت کے فرائض بھی خود ادا فرماتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو آواز کی حسن و خوبی سے نوازا تھا جو کہ سننے والوں کو مسحور کر دیتی تھی۔ خوش آواز ہونے کے ساتھ ساتھ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی آواز میں سوز وگداز بھی تھا۔

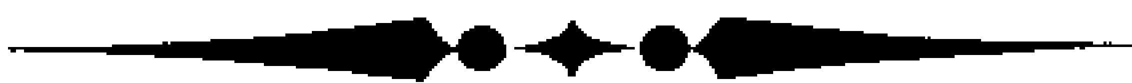


واقعہ نمبر (۵۷):

مسواک درخت بن گئی

ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی خانقاہ اقدس کے صحن میں بیٹھ کر وضو فرما رہے تھے۔ اس جگہ پر کافی دھوپ تھی اور کوئی سایہ نہیں تھا۔ دھوپ کی تپش کو دیکھتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چند مریدوں نے عرض کیا کہ حضرت! ہم اس جگہ پر ایک سایہ دار درخت لگائیں گے تا کہ کچھ مدت کے بعد یہاں پر سایہ ہو جائے اور اس درخت کے سائے میں بیٹھ کر لوگوں کو راحت ہو۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ جب وضو سے فارغ ہو گئے تو اپنے ایک عقیدت مند کو اپنی مسواک دیتے ہوئے فرمایا کہ اس مسواک کو اسی جگہ پر زمین میں تھوڑی سی دبا کر کھڑی کر دو۔ عقیدت مند نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے مطابق عمل کرتے ہوئے مسواک کو زمین میں لگا دیا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت یہ ظاہر ہوئی کہ اگلے دن ہی اس مسواک میں سے ہری شاخیں نمودار ہو گئیں اور چند ہی دنوں میں دیکھتے دیکھتے یہ چھوٹی سی مسواک ایک درخت کی شکل اختیار کر گئی اور یہ ایک سایہ دار درخت بن گئی۔

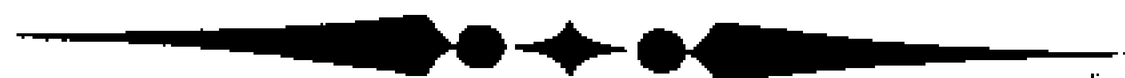


واقعہ نمبر ۵۸:

پرندوں کی حاضری

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں انسانوں کے علاوہ پرندے بھی حاضری کا شرف حاصل کیا کرتے تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مہمان ہوا کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کے ساتھ ہی ایک ٹوٹی ہوئی دیوار تھی جس پر صبح و شام پرندے دور دراز سے آ کر بیٹھتے تھے اور اپنی اپنی بولیاں بولنا شروع کر دیتے تھے۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے دانہ پانی کا انتظام اپنے ہاتھوں میں رکھا ہوا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہر روز صبح و شام ان پرندوں کو دانہ ڈالتے تھے اس دوران بہت سے پرندے دیوار سے اڑ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جسم پر بیٹھ جایا کرتے تھے اور جب آپ رحمۃ اللہ علیہ زمین پر دانہ ڈال دیتے تو وہ تمام پرندے دانہ کھانے میں مشغول ہو جاتے تھے۔ ساری زندگی پرندوں کی مہمان نوازی آپ رحمۃ اللہ علیہ کا معمول رہی۔



واقعہ نمبر (۵۹):

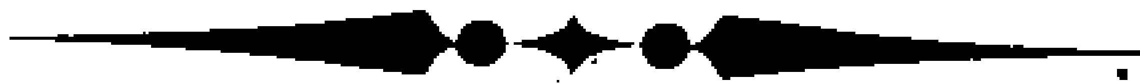
رمضان شریف اور شہر کا قاضی

ایک مرتبہ حضرت لعلِ شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ روٹی پکا رہے تھے کہ اسی اثناء میں شہر کا قاضی ادھر سے گزرا۔ اس نے جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کو روٹی پکاتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگا کہ یہ رمضان المبارک کا مہینہ ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ روٹی پکا رہے ہیں؟

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی کی بات سنی تو اسی وقت روٹی کو آگ میں دبا دیا اور خود اپنا چہرہ چادر سے ڈھانپ لیا اور مراقبے میں بیٹھ گئے۔ جب رمضان المبارک کا سارا مہینہ گزر گیا اور عید الفطر کا دن آ گیا تو قاضی ایک مرتبہ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے گزرا۔ اس نے اسی طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ کو عبادت میں مشغول دیکھا تو کہنے لگا کہ

"یا حضرت! رمضان المبارک کا مہینہ تو اب ختم ہو گیا ہے۔"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً اپنا سر مبارک اٹھایا اور فرمایا کہ پھر تو اب ہماری روٹی بھی پک چکی ہو گی اتنا کہتے ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے آگ میں سے روٹی نکالی تو وہ اسی حالت میں تھی۔



واقعہ نمبر (۶۰):

نظر شفقت کا اثر

اگر کسی آسیب زدہ کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لایا جاتا تھا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کے نزدیک جا کر بلند آواز سے اس مریض کا نام لیتے تھے اور پھر چند منٹوں کے لئے اپنی نظریں آسیب زدہ پر جما دیا کرتے تھے۔تھوڑی دیر تک اسی طرح اپنی نگاہیں مریض پر گاڑھے رکھتے حتیٰ کہ مریض بے ہوش ہو کر گر جاتا تھا۔

یہ اس بات کی علامت تھی کہ مریض آسیب سے چھوٹ گیا ہے۔اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ مریض کے لواحقین سے فرماتے کہ اس کو بکری کا دودھ پلایا جائے۔ جب مریض کو بکری کا دودھ پلایا جاتا تو مریض کو ایسا محسوس ہوتا کہ جیسے گویا اس پر کبھی آسیب کا اثر ہی نہ ہوا ہو۔وہ تندرست حالت میں خوش وخرم آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ اقدس سے واپس آجاتا۔

اسی طرح کے لا تعداد مریض آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی نظر عنایت سے تندرست کر دیئے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اس کرامت کا اثر جاری و ساری ہے۔آج بھی اگر کوئی آسیب زدہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ شریف پر چند یوم قیام کر کے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وسیلہ جمیلہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں دعا مانگے تو بفضل باری تعالیٰ اسے شفائے کاملہ نصیب ہوتی ہے۔آسیب کا اثر جاتا رہتا ہے اور وہ مکمل طور پر ٹھیک ہو جاتا ہے۔

واقعہ نمبر (۶۱):

اسلام کی تبلیغ

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سیہون شریف سے چند کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ایک گاؤں میں تشریف لے گئے۔ وہاں اس گاؤں کے لوگ گناہوں کی دلدل میں پھنسے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی خلاف ورزی میں پیش پیش رہتے تھے۔ ان حالات میں ضروری تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ان کو جا کر سیدھی راہ دکھاتے اور گناہوں سے منہ موڑ کر نیکی اور بھلائی کی طرف رغبت دلاتے۔

چنانچہ اسی مقصد کی خاطر آپ رحمۃ اللہ علیہ اس گاؤں میں تشریف لے گئے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی آمد سے قبل بھی بہت سے نیک صفت بندوں نے اس گاؤں میں آ کر گاؤں والوں کو نیکی کی تلقین کی، راہ نجات کی طرف بلایا مگر ان لوگوں کے دلوں پر کسی وعظ یا نصیحت کا ذرہ بھر بھی اثر نہ ہوا بلکہ وہ وعظ و نصیحت کرنے والوں کو ایذا پہنچا کر گاؤں سے چلے جانے پر مجبور کر دیتے تھے۔ ایسے سرکش اور باغی قسم کے لوگوں کو سمجھانے کی خاطر حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لے گئے مگر ان لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بات پر بھی دھیان نہیں دیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو واپس چلے جانا پڑا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہر ممکن طریقے سے گاؤں والوں کو سمجھانے کی کوشش کی۔ پیار و محبت، اخلاق و مروت، نرمی و خوش گفتاری غرض یہ کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہر تدبیر

سے ان کو سمجھانے کی کوشش کی مگر ان لوگوں پر ذرہ برابر بھی اثر نہ ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بار بار جا کر ان کو سمجھاتے رہتے ان کو راہ نجات کی طرف بلاتے رہے لیکن انہوں نے بالکل بھی پرواہ نہ کی۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے جب ہر طرح سے ان کو دعوت ہدایت دے کر دیکھ لیا اور اس کا نتیجہ کچھ بھی نہ نکلا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ جلال میں آ گئے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں ان بھٹکے ہوئے لوگوں کے لئے تباہی کی درخواست کی۔ ابھی چند راتیں ہی گزری ہوں گی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں یہ بات بتائی گئی کہ اس گاؤں میں جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے ہیں جو شریعت مطہرہ کی پابندی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرتے ہیں۔ ان کو حکم دیجئے کہ وہ اپنے گھروں سے باہر نکل آئیں۔

چنانچہ خواب کے اشارے کے مطابق حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے اس گاؤں میں اعلان کروا دیا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں، نیکی اور بھلائی کا کام کرتے ہیں، برائی سے بچتے ہیں اور اس کی مذمت کرتے ہیں۔ وہ سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے اپنے گھروں سے باہر آ جائیں۔

اس اعلان کے سنتے ہی جو اہل ایمان تھے وہ سب اپنے اپنے اہل خانہ کے ساتھ گھروں سے باہر نکلنا شروع ہو گئے اور سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے وہ تمام اپنے گھروں سے باہر نکل آئے۔

ایسے شرارتی قسم کے لوگ جو گناہوں کی دلدل میں بری طرح پھنس چکے تھے وہ اس بات کو مذاق سمجھ رہے تھے اور لوگوں کا مذاق اڑانے میں مصروف تھے۔ وہ کسی خوش فہمی میں مبتلا ہو کر آپس میں ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ کچھ

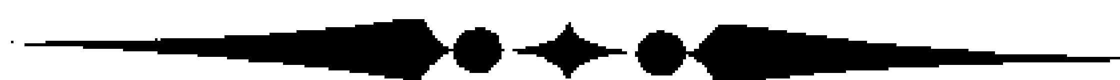
بھی نہیں ہوگا یہ سب کچھ ہمیں ڈرانے کی غرض سے کیا جارہا ہے تاکہ لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے کہنے کے مطابق عمل کریں اور ان کی پیروی اختیار کریں۔

یہ لوگ اس خوش فہمی میں ہی مبتلا تھے کہ آخرکار رات کا پہر شروع ہو گیا۔ شر پسند لوگ اپنے گھروں کو چلے گئے اور جا کر سو گئے۔ نصب شب ہی ابھی گزری تھی کہ اچانک زلزلہ کے زبردست جھٹکے آنا شروع ہو گئے۔ سوئے ہوئے لوگ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے۔ انہوں نے گھروں سے نکل کر بھاگنے کی بھرپور کوشش کی لیکن باہر نکلنے میں کوئی کامیابی نہ ہو سکی۔

اس طرح دیکھتے ہی دیکھتے ان کے گھر اُلٹ گئے اور وہ اپنے اپنے گھروں میں دب کر مر گئے۔ تمام بدکردار لوگوں کو ان کے کئے کی سزا مل چکی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے فضل، و کرم کی بدولت جو لوگ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھی تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو تنگ نہیں کرتے تھے ان لوگوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا اور وہ اور ان کے اہل خانہ مکمل طور پر محفوظ رہے۔

وہ لوگ پہلے سے زیادہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے گرویدہ اور معتقد ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کی اس قدرت اور غضب و جلال سے اردگرد کے دیہات کے لوگ بھی متاثر ہوئے اور خوفزدہ ہو گئے۔ لاتعداد افراد گناہوں سے توبہ کر کے صراط مستقیم پر گامزن ہو گئے۔ انہوں نے شریعت مطہرہ کی پابندی کرنا شروع کر دی۔

کہا جاتا ہے کہ اب بھی اس گاؤں کے الٹنے کے آثار موجود ہیں جو کہ دیکھنے والوں کو درس عبرت دیتے ہیں۔



واقعہ نمبر (۶۲):

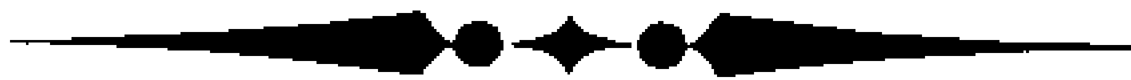
سیاہ کتا

کتب سیر میں منقول ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے طوائفوں کے گھروں کو مسمار کرنے کا حکم دیا۔ طوائفوں کے گھر جس زمین پر واقع تھے وہ زمین جس شخص کی ملکیت تھی وہ انتہائی بدتمیز تھا۔ اس نے جب ان گھروں کو گرانے کا حکم سنا تو وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو برا بھلا کہا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا عصا اسے لگایا تو وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا اور اس کی موت واقع ہوگئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خدام سے فرمایا کہ گڑھا کھود کر اس کتے کو دفن کر دو۔ خدام نے ایسا ہی کیا۔ پھر حاکم سیہون کے پاس اس شخص کے کچھ عزیز و اقارب روتے ہوئے گئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شکایت حاکم سیہون سے کی۔ روایات میں یہ بھی منقول ہے کہ حاکم سیہون خود سپاہیوں کے ہمراہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کرنے کے لئے آیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک بے گناہ کے قتل کے متعلق دریافت کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے کسی انسان کو قتل نہیں کیا بلکہ ایک باؤلا کتا تھا اسے ضرور مارا ہے اور اسے لوگوں کی موجودگی میں یہاں دفن کیا گیا ہے۔ حاکم سیہون کے حکم پر جب زمین کو کھودا گیا تو وہاں سے ایک سیاہ کتے کی لاش برآمد ہوئی۔ حاکم سیہون اپنے سپاہیوں کے ہمراہ ناکام و نامراد اپنے مقصد میں واپس لوٹ گیا۔

واقعہ نمبر (۶۳):

قلعہ الٹا ہو گیا

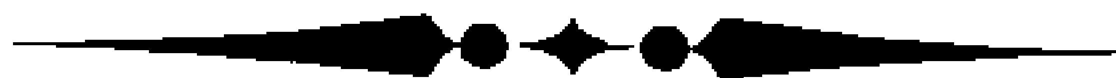
حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات دیکھنے کے باوجود حاکم سیہون کی کدورت دور نہ ہوئی تھی اور وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت میں پہلے کی طرح پیش پیش تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ معمول تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ حاکم سیہون کے قلعہ کی اسی سمت جا کر بیٹھا کرتے تھے جہاں بودلہ بیٹھا کرتا تھا۔ ایک دن حاکم سیہون نے بلی کا سالن بنا کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجا۔ جب سالن آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے آیا تو اس کی بوٹیوں سے میاؤں میاؤں کی آوازیں آرہی تھیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ جلال میں آگئے اور فرمایا کہ یہ بدبخت ابھی تک نہیں سمجھ سکا اور راہِ راست پر نہیں آیا۔ یہ فرما کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وہ سالن الٹ دیا جیسے ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سالن الٹا قلعہ بھی الٹا ہو گیا اور یہ قلعہ آج بھی الٹا ہے اور محکمہ آثارِ قدیمہ نے اس کا انتظام سنبھال رکھا ہے۔ جب بارش ہوتی ہے تو قلعہ میں دراڑیں پڑ جاتی ہیں اور واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے کہ اس قلعہ کے کمروں کے فرش اوپر اور چھتیں نیچی ہیں۔



واقعہ نمبر ۶۴:

آسیب کا اثر جاتا رہا

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کرامت بھی مشہور ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اگر کسی آسیب زدہ کو لایا جاتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اس پر اپنی نگاہیں جما دیتے تھے اور پھر آسیب زدہ بے ہوش ہو جاتا تھا اور جب وہ ہوش میں آتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کے لواحقین سے فرماتے کہ اسے بکری کا دودھ پلاؤ اور جب آسیب زدہ کو بکری کا دودھ پلایا جاتا تو وہ تندرست و توانا ہو جاتا تھا اور آسیب کا اثر جاتا رہتا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کرامت جاری و ساری ہے اور اگر کوئی آسیب زدہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ پاک پر چند دن قیام کرے اور بارگاہِ خداوندی میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وسیلے سے دعا مانگے تو اللہ عزوجل آسیب کے اثر کو ختم فرما دیتا ہے۔



واقعہ نمبر (65):

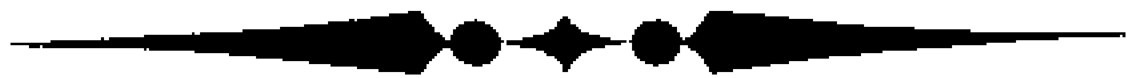
ذاتِ خداوندی سے عشق

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ عزوجل نے ظاہری حسن و جمال سے بھی خوب نواز رکھا تھا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حسن و جمال کو دیکھ کر ایک امیرزادی آپ رحمۃ اللہ علیہ پر فریفتہ ہوگئی اور کھانا پینا ترک کر دیا۔لڑکی کے والدین آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی لڑکی کے عشق کا حال بیان کرکے اپنی لڑکی کی شادی آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کرنے کی درخواست کی۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں تو ذاتِ خداوندی سے عشق کرتا ہوں پھر مجھے اس ظاہری شادی کی کیا حاجت ہے؟ لڑکی کے گھر والوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو قائل کرنے کی کوشش کی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے تین دن کی مہلت لی۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی داڑھی، مونچھیں، ابرو اور بال کٹوا دیئے اور لنگوٹی پہن کر جسم پر مٹی لگا کر اس جگہ پہنچ گئے جہاں سے وہ لڑکی آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ سکتی تھی۔جب اس لڑکی نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تو اس کے دماغ پر سوار عشق کا بھوت اتر گیا اور اس کے دل سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی محبت جاتی رہی۔

واقعہ نمبر (۶۹):

اُبلتے تیل کی کڑھائی میں چھلانگ لگانا

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں سید جمال شاہ مجرد انتہائی مشہور درویش تھے اور لوگوں کی ایک کثیر تعداد ان سے فیضیاب ہوتی تھی۔ سید جمال شاہ مجرد کا معمول تھا کہ ایک کڑھائی جس میں تیل اُبل رہا ہوتا تھا اپنے پاس رکھتے تھے اور اس ابلتے تیل سے اپنے ہاتھ اور بازو دھوتے تھے۔ ایک دن حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ اپنے کچھ رفقاء کے ہمراہ سید جمال شاہ مجرد کے پاس آئے۔ سید جمال شاہ مجرد نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ سچے ہیں تو اس ابلتے تیل کی کڑھائی میں کود کر دکھائیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ابلتے تیل کی کڑھائی میں چھلانگ لگا دی اور اس میں یوں رقص کرنے لگے جیسے ٹھنڈے پانی میں رقص کر رہے ہوں۔ پھر کچھ دیر بعد صحیح سلامت اس کڑھائی سے باہر نکل آئے۔



واقعہ نمبر (٦٧):

بے اولادوں کو اولاد مل گئی

تذکرۃ المشائخ سیوستان میں منقول ہے کہ شاہ صلاح الدین رحمۃ اللہ علیہ جو کہ درگاہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے منتظم تھے ان کے ہاں اولاد نہ تھی۔ انہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کئی مرتبہ التجا کی۔ ایک مرتبہ انہیں قبر مبارک سے ندا سنائی دی کہ تمہارا نام شاہ صلاح الدین اولادی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ اس دن کے بعد شاہ صلاح الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں کثیر اولاد ہوئی اور شاہ صلاح الدین اولادی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کے ہاں بھی کثیر اولاد ہوئی۔

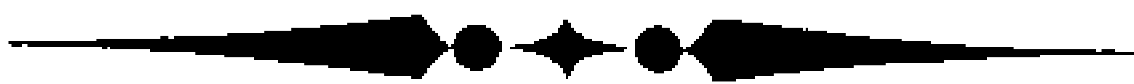
یہ بھی منقول ہے کہ سید یعقوب بن سید میران رضوی بکھری کے ہاں چھپن برس تک اولاد نہ ہوئی اور جب وہ سیہون میں ناظم الملک بن کر آئے تو وہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ پاک پر اولاد کی غرض سے حاضر ہونے لگے اور ان کا معمول تھا کہ وہ قلعہ سیہون سے پیدل ننگے سر مزارِ پاک پر حاضر ہوتے تھے۔ اللہ عزوجل نے سید یعقوب پر کرم فرمایا اور پھر ان کے ہاں بیٹے کی ولادت ہوئی جس کا نام صادق علی شاہ رکھا گیا۔ سید یعقوب نے اپنی منت کے پورا ہونے پر مزارِ پاک پر سرخ رنگ کا جھالر والا شامیانہ بنوایا۔

واقعہ نمبر (۶۸):

حضرت سکندر بودلو رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سکندر بودلو رحمۃ اللہ علیہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے فیض یافتہ ہیں۔

حضرت سکندر بودلو رحمۃ اللہ علیہ کا روضہ قلعہ کے قریب ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ پر روزانہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے جداگانہ دھمال منعقد ہوتی ہے۔ ہر جمعہ کی رات رات گزرے بودلو بادشاہ کے فقیر رنگین پوشاک پہنے اور پیروں میں گھنگھرو ڈالے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی جانب سے ان کی دھمال میں شرکت کرنے رواں دواں ہوتے ہیں۔



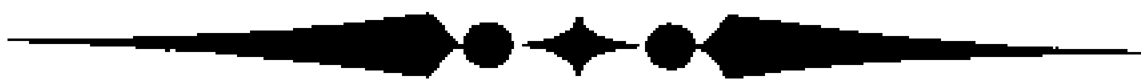
واقعہ نمبر (۶۹):

حضرت سید علی سرمست رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید علی سرمست رحمۃ اللہ علیہ بغداد سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ تشریف لائے۔ حاجی موسیٰ رقمطراز ہیں:

"یہ بزرگ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے دوست حضرت سید جلال الدین سرخ پوش رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند تھے۔ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ ان پر کافی مہربان تھے۔ یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وزیر مشہور تھے۔"

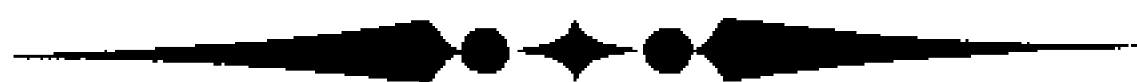
حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے پردہ کر جانے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں نے ان کے ہی ہاتھوں پر بیعت کی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ کے پہلے خدمت گار بھی یہی بزرگ بنے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مرقد درگاہ قلندر کے اندر روضہ کے باہر چھوٹے گنبد کے نیچے ہے۔



واقعہ نمبر (۷۰):

حضرت سید عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے فیض یافتہ ہیں۔حضرت سید عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد اپنا ایک الگ تکیہ (کافی) بنالیا۔اُن کے اس تکیہ (کافی) کو کچہری والی کافی کہا جاتا ہے۔

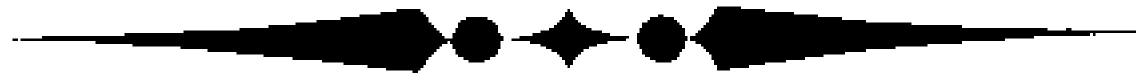


واقعہ نمبر (۷۱):

حضرت سید عبداللہ شاہ علوی رحمۃ اللہ علیہ

یہ بزرگ بھی حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے مستفیض ہوئے اور ''ابدالن والی کافی'' انہیں کے نام سے مشہور ہے۔

انہوں نے بھی اپنی جداگانہ گدی بنائی اور یہ درگاہ ''سید عدل دریا شاہ'' کہلاتی ہے۔



واقعہ نمبر (۴۷):

حضرت سیّد میر کلاں رحمۃ اللہ علیہ

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کربلا معلی میں ہوئی تھی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ ان کے کہنے پر سیہون آئے۔ صاحب ''الشہباز'' نے تحریر کیا ہے:

''حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد بابا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند تھے جن کا شجرہ نسب حضرت امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے۔''

تحفتہ الکرام میں ہے:

''یہ کربلا معلی کے عظیم القدر سادات میں سے تھے۔ اس مبارک سرزمین پر نکلنے کے بعد پہلے قندھار اور پھر سندھ سیوتان میں آگئے اور بڑا وقت حضرت شیخ عثمان مروندی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار انور پر گزارا۔ یہ تقویٰ اور زہد میں بے نظیر تھے ان کی اولاد کافی تعداد میں تھی۔ میر معصوم تاریخ معصومی کے مصنف ان کی اولاد میں سے تھے۔''

حضرت میر کلاں رحمۃ اللہ علیہ پہلے ''کھابڑوٹ'' گاؤں میں رہے اور پھر سیہون آگئے۔ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی گدی میں ان کی اولاد حصہ دار ہوئی جس میں سید میر خسر سید میر انور علی سید گبن شاہ مشہور بزرگ ہیں۔ آج کل اس خاندان کے سربراہ سید صادق علی ہیں۔

واقعہ نمبر (۷۳):

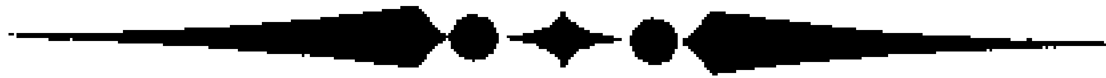
حضرت سید بھورا بادل شیر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت میر کلاں رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند سید محمد رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان میں کامل فقیر بھی گزرے ہیں۔ یہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے سامنے ایک اینٹ پر بیٹھ کر عبادت کرتے تھے۔ ایک دفعہ اولادی کے خاندان کے ایک شخص نے ٹھوکر لگا کر وہ اینٹ نکال دی۔ اس پر شاہ اولادی کے خاندان کو حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے حکم ملا کہ اس گستاخی کی سزا کے طور پر بادل شیر کو چارپائی دی جائے۔ اب دستور یہ ہے کہ دھمال کے وقت علم کے نیچے بادل شیر کافی (تکیہ) کا فقیر چارپائی رکھ کر ہاتھ باندھے کھڑا رہتا ہے اور دھمال کے خاتمہ تک اسی حالت میں موجود رہتا ہے۔

درگاہ کے دروازے کے ساتھ جنوب کی طرف بادل شیر کی کافی ہے جہاں ان کا مزار ہے اور ان کی گدی پر سید غلام نبی شاہ ولد سید مہدن دریا ہیں۔ سید نہال شاہ نوری اور بیگن شاہ رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت میر کلاں رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان ہی میں گزرے ہیں لیکن نہال شاہ نوری رحمۃ اللہ علیہ کا روضہ جداگانہ ہے۔ صاحب تحفۃ الکرام نے ان کا ذکر اس طرح کیا ہے:

"یہ کھابڑوٹی سادات سے ہیں جو سیہون کا ایک گاؤں ہے۔ اصلی متولی شیوخ سے زبردستی مخدوم علیہ کی درگاہ کے سجادہ نشین ہو گئے پیر کے فیض کی بدولت ان کا اثر و رسوخ سجادہ نشین سادات سے بڑھ گیا اور درگاہ کے دروازے کے باہر تخت پر بیٹھنے کی خصوصیات عطا ہوئیں یہی رسم ان کے جانشینوں میں چلی آرہی ہے۔"

ان کے بعد خضر شاہ اس کے بعد موج دریا سجادہ نشین ہوئے۔ اس خاندان میں "سید انور علی شاہ" بھی ایک کامل فقیر ہو گزرے ہیں جو بادل شیر کے طالب "گل شاہ" کے طالب تھے اور بہت عابد و زاہد تھے۔ اس طرح اس خاندان کے بہت فقراء ہوئے اور ان کے ذمہ درگاہ میں جھاڑو دینے کا بندوبست دیا گیا۔ سید انور علی شاہ کی وفات کے بعد جھاڑو دینے کی ذمہ داری پر نظر شاہ نامی فقیر مقرر ہوئے۔ ان کے بعد ان کے گروہ کے فقراء وقتاً فوقتاً مقرر ہوتے رہے جن میں یقین شاہ' روشن علی شاہ' درباری شاہ' امان علی شاہ' خاکی شاہ' محبوب شاہ' قطب شاہ' شمشیر علی' دیدار علی اور نادر علی جیسے بزرگ شامل تھے۔ یہ تکیہ اوائل میں "سخی سرور کا مکان" کہلاتا تھا اور اب "پٹھانوں والی کافی" کے نام سے مشہور ہے۔



واقعہ نمبر (۴۷):

حضرت شاہ گوڈریا رحمۃ اللہ علیہ

کتب سیر میں شاہ گوڈریا کا احوال نہیں ملتا لیکن عوام میں مختلف روایات مشہور ہیں مثلاً ایک روایت ہے کہ شاہ گوڈریا کے والد بلخ بخارا کے بادشاہ تھے اور جب لعل سائیں ان کے شہر میں تشریف فرما ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ میری کوئی اولاد نہیں ہے اللہ عزوجل سے دعا فرمائیں کہ میرے فرزند ہو۔ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے دعا فرمادی۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کے بعد ان کے گھر دو بیٹے پیدا ہوئے جن میں سے ایک کا نام ''ادھم'' رکھا گیا۔ ادھم بڑا ہو کر سلطان ادھم کے نام سے مشہور ہوا لیکن پھر دنیا ترک کر کے بقیہ آدھی عمر فقیری میں گزار دی۔ ان کا مزار خیر پور میرس سے ۱۰ میل دور ایک پہاڑی پر واقع ہے۔ دوسرا بچہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہی ان کی تربیت کی اور روحانی فیض سے مستفیض کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ جب سیر و سیاحت کو نکلتے تو ان کے ہمراہ گوڈریو لے کر چلتے۔ لعل سائیں رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں اس پہاڑی پر قیام کرنے کا حکم دیا جہاں اب ان کا مزار ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار دادو کے پہاڑی علاقے میں ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اصل نام سید عبداللہ شاہ تھا۔

واقعہ نمبر (۵۵):

حضرت صلاح الدین رحمۃ اللہ علیہ

یہ بزرگ شاہ صدر الدین کی اولاد میں سے تھے اور حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ سیہون میں تشریف لائے تھے۔

صاحب الشہباز نے لکھا ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد سیہون میں آئے۔ اللہ عزوجل نے انہیں کثرتِ اولاد سے نوازا تھا جو سب کے سب درویش اور اہل علم ثابت ہوئے۔ بعض لوگوں نے انہیں لعل سائیں کا حقیقی سجادہ نشین ثابت کیا ہے تاہم یہ ابراہیم شاہ کے طالب تھے۔ اولاد کی کثرت کی وجہ سے ''اولادی امیر'' کہلائے۔ ''شاہ اولادی'' کی کافی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سجادہ نشینی سے سرفراز ہوتی رہی۔ موجودہ سجادہ نشین محرم شاہ ہیں۔

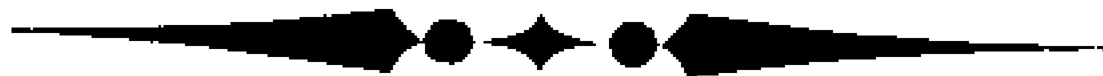
سندھ کے حاکم میاں نور محمد نے انہیں ایک دفعہ زیارت کرنے کے لئے اپنے پاس بلایا لیکن انہوں نے وہاں جانے سے انکار کر دیا اور آخر وہ خود ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پھر بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا استقبال نہیں کیا بلکہ دیکھتے ہی کہا کہ اب دنیا میں رہنے سے بہتر ہے کہ جلد اجل آجائے۔

واقعہ نمبر ۷۶:

حضرت لعل موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت لعل موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ ٹھٹھ کے رہنے والے تھے۔ صاحب تحفتہ الکرام نے ٹھٹھ کے قرب و جوار کے رہنے والوں میں ان کا ذکر کیا ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے فیض یاب ہوئے اور ان کی آمد سمہ حکمرانوں کے ابتدائی زمانہ میں ہوئی۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سومرو خاندان کے زمانہ میں گزرے ہیں اور سومروں کے بعد سمہ برسر اقتدار آئے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے وصال کے بعد روحانی طور پر فیض حاصل کیا۔



واقعہ نمبر (۷۷):

حضرت پیر پٹھو رحمۃ اللہ علیہ

ان کا اصلی نام حسین اور لقب شاہ عالم اور کنیت ابو الخیر ہے لیکن شیخ پٹھا کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کے والد کا نام راجپار اور والدہ کا نام سلطانی تھا جو مراد بن شرفو کی بیٹی تھیں۔ یہ ٹھٹھہ سے آگے ''آری'' کے مقام پر رہتے تھے۔ ذات کے ''اپلان'' تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سندھ کے قدیم بزرگوں میں سے گزرے ہیں۔

تحفت الکرام میں منقول ہے:

''شاہ جمیل گرناری سید عبدالہادی بن سید عبدالعطاس بھی ان کے مرید تھے ان کا مقبرہ بھی شیخ پٹھا کے قریب ہے اب جس جگہ پر پیر پٹھو کا مقبرہ ہے وہاں ان کا تکیہ تھا اور اسی جگہ پر ہمیشہ عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے۔''

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ جب سیر و سفر کرتے ہوئے آئے تو یہ ان سے ملے اور ان بزرگوں کے فیض نظر سے پیر پٹھہ نے کمالات حاصل کئے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ۶۴۶ھ میں وصال پایا اور انہیں اسی پہاڑ کے غار میں دفن کیا گیا جہاں یہ عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ ۱۲ ربیع الاول کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر سالانہ عرس لگتا ہے۔ ٹھٹھہ کے عوام کو آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی عقیدت ہے۔

واقعہ نمبر (۷۸):

حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ

سندھ کے شہرہ آفاق شاعر شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ پر حاضری دیتے رہتے تھے اور ان کی درگاہ سے فیض یاب ہوئے۔ فقراء کی روایت ہے:

"شاہ اولادی کی کافی میں آ کر رہتے تھے اور اکثر و بیشتر درگاہ پر حاضری دیتے تھے۔"

شاہ صاحب کے احوال زندگی میں بھی ان کی سیہون آمد ثابت ہوتی ہے۔ دین محمد وفائی نے "لطف اللطیف" میں تحریر کیا ہے:

"شاہ صاحب کے گہرے دوستوں میں دین محمد سیہوانی جن کا وصال ۱۱۹۲ء کو ہوا وہ بھی شامل ہیں شاہ صاحب سیہون میں مخدوم دین محمد کے پاس آ کر رہتے تھے۔"

مخدوم اور ان کی اٹھارہ تصانیف ملتی ہیں۔ انہوں نے اردو، فارسی، سرائیکی اور سندھی میں شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں اشعار کہے ہیں۔

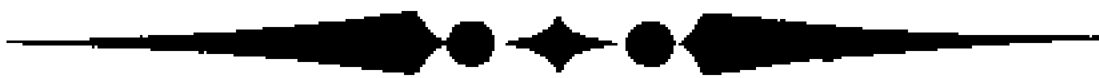
واقعہ نمبر (۷۹):

حضرت قادر بخش

بیدل رحمۃ اللہ علیہ

روہڑی کے زبردست عالم صوفی اور سندھ کے عظیم شاعر حضرت قادر بخش بیدل رحمۃ اللہ علیہ (سن ولادت ۱۲۳۰ھ بمطابق ۱۸۱۴ئ وصال ۱۶ ذیقعد ۱۲۸۹ھ) بھی ان کے فیض سے مستفیض ہوئے۔ ۱۴ سال کی عمر میں تمام ظاہری علوم سے فراغت حاصل کرنے کے بعد حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر سیہون گئے اور ان سے روحانی فیض حاصل کیا۔

اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت شعر و سخن کی طرف مائل ہوئی تو سندھی میں بلند پایہ شعر کہے اور اس کے علاوہ عربی' فارسی' اردو' ہندی اور سرائیکی میں اعلیٰ درجہ کے شعر کہے۔ حضرت بیدل رحمۃ اللہ علیہ نے شعر و شاعری کے علاوہ بھی عربی' فارسی نثر کی کتب بھی قلمبند کیں۔

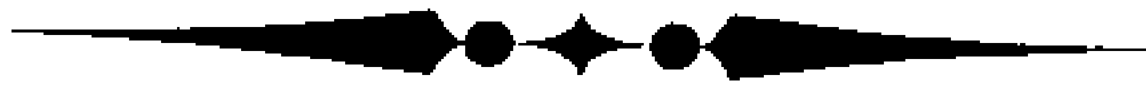


واقعہ نمبر ۸۰:

حضرت مخدوم بلاول رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مخدوم بلاول رحمۃ اللہ علیہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے فیض یافتہ ہیں۔ حضرت مخدوم بلال رحمۃ اللہ علیہ کا مرقد باغبان تعلقہ دادو میں ہے جہاں نو چندا جمعہ کو میلا لگتا ہے۔ یہ ایک بڑے عالم اور بزرگ درویش تھے۔ تحفۃ الکرام میں ان کا ذکر یوں بیان کیا گیا ہے:

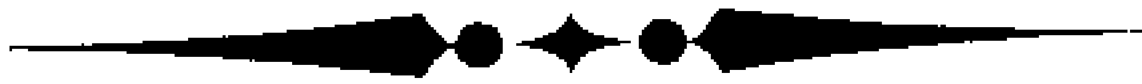
"یہ بڑے عارف و واصل باللہ بزرگ گزرے ہیں اور علوم ظاہری میں بھی بہت بڑا رتبہ رکھتے تھے۔"



واقعہ نمبر (۸۱):

حضرت بیکس رحمۃ اللہ علیہ

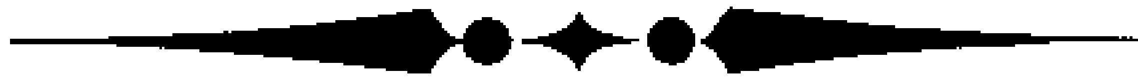
حضرت بیکس رحمۃ اللہ علیہ حضرت قادر بخش بیدل رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند تھے اور انہوں نے بھی قلندر شہباز سے روحانی فیض حاصل کیا تھا۔ ۲۸ جمادی الثانی ۱۲۸۵ھ بمطابق ۲ فروری ۱۸۵۹ء میں روہڑی میں پیدا ہوئے۔ جواں سالی میں ۱۲۹۸ھ بمطابق ۱۸۸۲ء میں وصال پایا۔



واقعہ نمبر (۸۴):

حضرت سیّد ناتھن شاہ رحمۃ اللہ علیہ

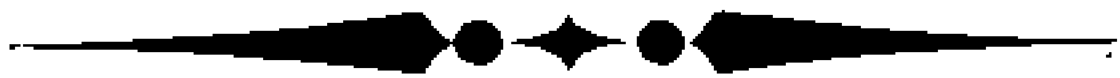
حضرت سید ناتھن شاہ رحمۃ اللہ علیہ ولد سید محمد معین لکوی، سید گلاب شاہ ولد سید صلاح الدین رحمہم اللہ (جو کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین تھے) کے مرید تھے۔ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں ٹھٹھہ میں آستانہ بنایا۔



واقعہ نمبر ۸۳:

حضرت نین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

ماضی قریب کے ایک مشہور اللہ والے بزرگ گزرے ہیں۔ یہ سندھی کے بہترین شاعر بھی تھے۔ گڑھی یاسین تحصیل کے ایک گاؤں کے رہنے والے تھے۔ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے زبردست عقیدت مند تھے اور ان کے فیض سے مستفیض ہوئے۔ اپنی جائیداد وغیرہ چھوڑ کر سیہون آگئے۔ یہاں وہ "کافی" گاتے تھے۔ فقراء کے رہنے کے لئے ایک جگہ تعمیر کروائی جو ان کے نام سے "نین فقیر جی کافی" مشہور ہے۔



واقعہ نمبر (۸۴):

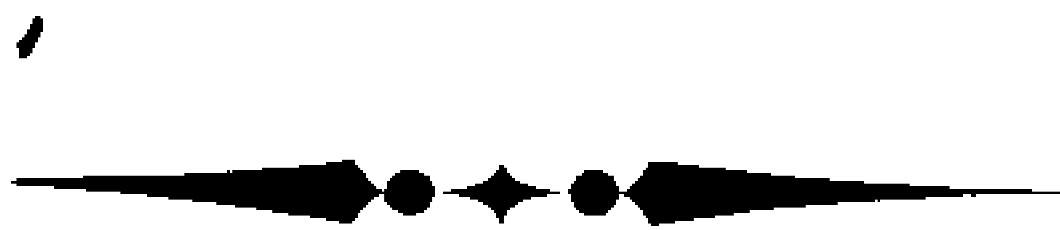
حضرت شیخ مکھن رحمۃ اللہ علیہ

تحفتہ الکرام میں بیان ہے کہ قدیم زمانہ میں درگاہ کے متولی اور کلید بردار شیخ تھے۔ شیخ مکھن ان ہی شیخوں میں سے گزرے ہیں۔

تحفتہ الکرام میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ سادات نے شیخوں سے درگاہ کی چابی زبردستی حاصل کی لیکن خدا نے چابی کی اس طرح لاج رکھ لی کہ کوشش کے باوجود دروازہ نہ کھول سکے یہاں تک کہ لوہاروں کو بلا کر بھی دروازہ کھولنے سے قاصر رہے۔ آخر ناکام ہو کر چابی شیخوں کے حوالے کی اور انہوں نے بآسانی دروازہ کھول دیا۔

شیخ مکھن کا نام دراصل "شیخ منگن" ہے جن کا مزار درگاہ کے اندر ہے۔"

مقامی روایات کے مطابق سید ولی محمد شاہ کو شیخوں نے از خود اپنا مرشد ہونے کی وجہ سے چابی بخشی تھی اور پھر وہ لوگ کلید بردار بن گئے۔



واقعہ نمبر (۸۵):

حضرت میاں میر سیوتانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا حقیقی نام میر محمد ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ کے یہ سب سے مشہور بزرگ ہیں اور پاک و ہند میں سلسلہ عالیہ قادریہ کو ان ہی کی ذات سے بہت فروغ ملا ہے۔

حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ بھی سیوتان ہی کے رہنے والے تھے لیکن آخر عمر میں لاہور تشریف لے گئے اور وہیں پر وصال پایا۔

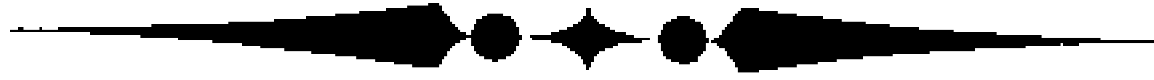
حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ نے لاہور میں پچاس سال سے زائد قیام فرمایا جس میں چالیس سال تو گمنامی میں گزار دیئے۔ صرف دس سال ایسے تھے کہ اہل لاہور اور برصغیر پاک و ہند کے دوسرے لوگوں کو فیض یاب کر سکے۔

حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ نے طویل عمر پائی آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہاشم پورہ میں ہے جو اب میاں میر رحمۃ اللہ علیہ روڈ کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کا مزار دارالشکوہ نے بنوایا وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مرید تھا وہ چاہتا تھا کہ یہاں ایک شاندار مزارِ مبارک تعمیر ہو لیکن موت نے اسے موقع نہیں دیا جس کی وجہ سے مزارِ مبارک کی تعمیر مکمل نہ ہو سکی۔

ایک عرصہ کے بعد جب دارالشکوہ کا بھائی مغل فرمانروا اورنگ زیب عالمگیر لاہور آیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دی تو تعمیر کو نامکمل دیکھا تو اس نے مزارِ پاک کی دوبارہ تعمیر کا حکم دیا۔

تیرا جمال میرا احاطہ کئے رہا
یہ شمع میرے چاروں طرف ضوفگن چلی
تھا لامکاں میں عالم ہو، لیکن ایک شب
جب تو چلا تو ساتھ ہزار انجمن چلی



واقعہ نمبر (۹۶):

اقوال وارشادات

☆ حضور نبی کریم سرور خلائق ہیں اور رہنمائے دین ہیں اور وہی پوری دنیا کے لئے روشنی ہیں۔ وہی تمام علوم کے مرجع اور یقین کے قبلہ ہیں اور وہی دین پناہ ہیں۔ ان کے راستے پر چلنا ہی نجات کا باعث ہوگا۔

☆ جب تک انسان دنیا میں مشغول رہتا ہے وہ خدا رسیدہ نہیں ہوسکتا۔

☆ اسرار الٰہی کو ہمیشہ پوشیدہ رکھے۔

☆ مرید کو اپنے پیر کی موجودگی اور عدم موجودگی دونوں میں یکساں خدمت کرنی چاہیے۔

☆ بزرگوں کی مجلس میں جہاں جگہ پاؤ وہیں بیٹھ جاؤ۔

☆ اللہ عزوجل سے دوستی اور قربت حاصل کرنی چاہیے۔

☆ قلندر وہ ہے جو دنیا سے آزاد ہو کر صرف معبود میں محو ہو جائے۔

☆ قلب کی سختی دور کرنے کے لئے سماع ضروری ہے۔

☆ یہ دنیا دار الامتحان ہے۔

☆ تارک الدنیا تہجد گزار اور نفسیاتی لذتوں سے پاک فرد کو قلندر کہتے ہیں۔

☆ قلندر کو جو روحانی فتوحات حاصل ہوتی ہیں وہ کسی بادشاہ کی فوجیں بھی حاصل نہیں کرسکتیں۔

واقعہ نمبر (87):

وصال مبارک

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دریائے فیض سے بہت سے لوگ مستفیض ہوئے لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خاص طالب عبداللہ شاہ ابدال، سکندر بودلو بہار، سید میر کلاں، سید علی سرمست اور عبدالوہاب تھے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کا وقت قریب ہوا تو اپنے طالبوں کو ہدایت دے کر مراقبہ میں بیٹھ گئے اور اسی حالت میں وصال فرمایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو غسل دے کر وہیں پر مدفون کر دیا گیا جہاں پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے تکیہ بنایا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے غسل کی جگہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ کے مغرب میں ہے۔

لب تاریخ سندھ کے صاحب نے" برحمت" سے تاریخ وصال نکالی ہے اور سن وصال ۶۵۱ ہجری بمطابق ۱۲۵۱ عیسوی اور تاریخ وصال ۲۱ شعبان دی ہے۔ دوسرے بہت سے لکھنے والوں نے بھی یہی سن وصال دیا ہے۔ اس سال کے لئے مندرجہ ذیل شعر مثال کے طور پر دیا جاتا ہے۔

بجو تاریخ شمس الدین عثمان
بدرکن "رنج" از فلک کرامت
سن عمرش علی اللہ وفاتش!
سروشش غیب میگوید! "برحمت"

یعنی ۵۳۸ ہجری میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ہوئی۔ ۱۱۲ سال آپ رحمۃ اللہ علیہ کی

عمر مبارک تھی اور ۶۵۰ ہجری میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔

مقالات الشعراء میں میر علی شیر قانع نے سن وصال ۶۷۳ ہجری بمطابق ۱۲۷۴ عیسوی دیا ہے اور تاریخ وصال اس طرح منظوم کی ہے۔

میر قانع نے اپنی دوسری کتاب تحفتہ الکرام میں بھی یہی تاریخ دی ہے۔

شمس العلماء مرزا قلیچ بیگ مرحوم نے اپنی کتاب "قدیم سندھ" میں بھی یہی سن وصال دیا ہے۔ کچھ تاریخوں میں ۷۲۴ ہجری بھی آیا ہے۔ اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سن وصال ۶۵۰ ہجری قبول کیا جائے گا تو پھر سلطان محمد سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات قبول نہیں کی جا سکتی کیونکہ پہلے آچکا ہے کہ سلطان محمد سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات ۶۶۳ ہجری یا ۶۶۶ ہجری میں ہوئی تھی۔ سلطان محمد سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کا ذکر مستند تاریخوں میں آیا ہے۔ اس لئے آپ کا سن وصال ۶۷۳ ہجری ہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔ مذکورہ شعر میں سن وصال ۶۵۰ ہجری کے ساتھ ولادت کا سن ۵۳۸ ہجری آیا ہے اور وہ بھی صحیح معلوم نہیں ہوتا۔

حدیقتہ الاولیاء اور مآثر الکرام میں بھی سن وصال ۶۷۳ ہجری دیا گیا ہے۔

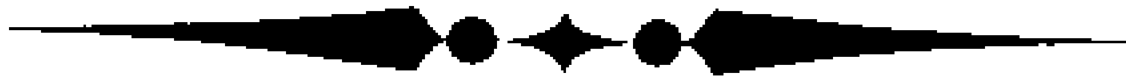
ڈاکٹر ایچھ او سکار نگانی نے بھی ۶۷۳ ہجری کی تائید کی ہے۔ خزینتہ الاصفیاء کا سن وصال ۷۲۴ ہجری بھی صحیح نہیں ہے۔ اس کا تذکرہ نگار نے تو حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق معتبر مستند حالات بیان ہی نہیں کئے ہیں۔

ماہ شعبان میں ۱۸ سے ۲۰ تاریخ تک ہر سال آپ رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کا عرس ہوتا ہے جس میں دور دور سے لوگ آکر شریک ہوتے ہیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔ عرس میں صرف سندھ ہی نہیں بلکہ مکران، پنجاب، بلوچستان، سرحد اور ایران کے لوگ بھی شریک ہوتے ہیں۔

واقعہ نمبر ۸:

قلندری گھڑیال کے موجد

''حیات قلندر شہباز'' میں منقول ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے دن اور رات کی تقسیم کے لئے ایسا انداز اختیار کیا تھا کہ اس کی مثال پوری دنیا میں کہیں نہیں ملتی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ اس گھڑیال کے موجد ہیں جو قریباً آٹھ سو برس قبل لوگوں کو دن اور رات سے آگاہ کرتی تھی۔ اس گھڑیال کی بدولت ایک عرصہ سے سیہون میں ''پہروں'' کی پیمائش کی جاتی رہی ہے بلکہ نقارے پر چوٹ بجا کر پورے شہر کو اس کی اطلاع دی جاتی ہے کہ دن یا رات کا کون سا پہر اختتام پذیر ہوا ہے اور کون سا پہر شروع ہوا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ اہلیانِ سیہون گھڑی پر وقت دیکھنے کی بجائے نقارے کی آواز سے ہی روزہ رکھتے اور افطار کرتے ہیں۔



واقعہ نمبر (۸۹):

شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب زیارت علم پاک

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ کی مشرقی سمت ایک علم نصب ہے جو ایک صدی سے زیادہ پرانا ہے اور کچھ عرصہ قبل ہی اس کی لکڑی بدلی گئی ہے۔ منقول ہے کہ یہ چیڑ کے درخت کی لکڑی سے بنا ہوا ہے اور اس کی لمبائی ۸۱ فٹ ہے اور اس کے اوپر بیرق کے ٹکڑے کی لمبائی ۱۲ فٹ ہے اور اس علم کو "علم طوق" بھی کہا جاتا ہے۔ یہ علم جس چبوترہ پر نصب ہے اس کی اونچائی سات فٹ ہے یوں یہ علم قریباً سو فٹ اونچا ہو جاتا ہے۔ علم اوپری سرے پر لکڑی کا ایک پنجرہ نصب ہے جس کی گولائی ساڑھے سولہ فٹ ہے اور اس کا چبوترہ نیچے چوڑائی میں آٹھ فٹ ہے اور اس کی اونچائی چھ فٹ ہے۔ یہ چبوترہ جیومیٹری کے خاکوں پر مشتمل ہے اور دور سے دیکھنے میں انتہائی دیدہ زیب معلوم ہوتا ہے۔ اس علم کی نگہبانی کے لئے اس پر ساگوان کی لکڑی کی تہہ چڑھائی گئی ہے اور اس تہہ میں بعض مقامات پر شیشے کی کھڑکیاں بنائی گئی ہیں جن سے حقیقی علم کا نظارہ کیا جا سکتا ہے۔ اس علم سے قبل جو قدیم علم تھا وہ درگاہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے صحن میں نصب تھا اور ارادت مند اس کی چھال اتار کر اپنے پاس رکھ لیتے تھے۔ اس وقت یہ پرانا علم شہر کی جنوبی سمت سید ثابت علی شاہ کے مزارِ پاک کے نزدیک کربلا میں نصب ہے جہاں لوگ اس علم کی زیارت کرتے ہیں۔

واقعہ نمبر (۹۰):

نوبت اور دھمال

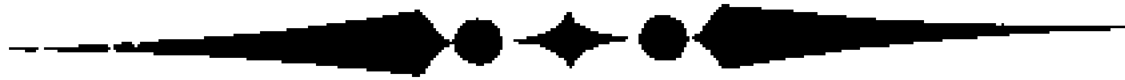
حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ میں تین وقت نوبت لگتی ہے۔ ایک شام کے وقت، دوسری رات کے وقت جبکہ دروازہ بند کیا جاتا ہے اور تیسری تہجد کے وقت جب درگاہ کا دروازہ دوبارہ کھول دیا جاتا ہے۔ اس نوبت کے اوقات کا مقرر کرنے کے لئے قدیم زمانہ کا گھڑیال رکھا ہوا ہے۔ اس کے قریب ایک دیگچہ میں پانی بھرا ہوا ہوتا ہے جس میں ایک سوراخ دار پیالی پڑی ہوتی ہے جس میں باریک سوراخ سے پانی رس رس کر اندر آتا رہتا ہے۔ جب یہ پیالی ڈوب جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک گھڑی گذر گئی اس طرح اوقات معلوم ہوتے رہتے ہیں اور جب ایک گھڑی گذر جاتی ہے تو نوبت پر چوٹ لگائی جاتی ہے جس سے ایک گھڑی گذرنے کا اعلان ہوتا ہے۔ تین وقتی نوبت کو دھمال کہا جاتا ہے۔

دراصل دھمال ہندی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنے ''شوروغل'' ''تھپ'' اور ''چوٹ'' اور ''دھماچوکڑی'' وغیرہ کے ہیں۔ اصطلاحاً یہ ایک قسم کا راگ ہے جو فقیر عموماً الاپتے ہیں۔ سندھی لغت مطبوعہ ۱۸۷۳ء کے مطابق!

''دھمال ایک سُر کا نام ہے جو ہولی کے زمانہ میں الاپہ جاتا ہے اور ''دھمار'' ایک تار کا نام بھی ہے۔''

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ قلندری مشرب کے ہیں۔ قلندری طریقت

والے سماع اور رقص و سرور کو جائز قرار دیتے ہیں جس سے قلب میں نرمی پیدا ہوتی ہے اور نرمی سے محبوب کی توجہ حاصل ہوتی ہے اور اس طرح سرور و سماع محبوب حقیقی کے وصال کا وصلہ بن جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مخصوص سماع کو عبادت جیسا درجہ عطا کر رکھا تھا۔



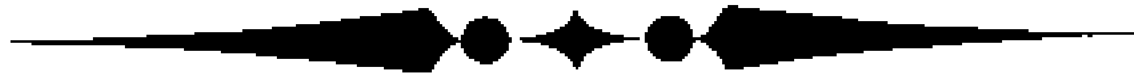
واقعہ نمبر (۹۱):

میلہ کی دھمال

دھمال یوں تو روزانہ شام سے شروع ہو جاتی ہے پھر اپنے تینوں اوقات پر بج کر صبح کی اذان سے قبل ختم ہو جاتی ہے۔ ان روزانہ کی دھمال کے لئے چھوٹے نقارے رکھے ہوئے ہیں لیکن بڑی تقریبات اور بالخصوص میلہ کے موقع پر ایک بہت بڑے نقارے استعمال کئے جاتے ہیں جن کو نقارچی درگاہ کے بڑے دروازے کے اندر کرسی بچھا کر بیٹھ جاتا ہے اس طرح روزانہ دھمال کا نقارہ درگاہ کے اندرونی حصہ میں بجتا ہے۔ عرس کے دوران باہر علم کے نیچے نقارے پر چوٹ لگائی جاتی ہے اور مست قلندر کے مستانہ نعروں سے فضا گونج اٹھتی ہے۔ دور دراز علاقوں سے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے متوالے ہاتھوں میں جھنڈے اور پیروں میں گھنگھرو اور ہاتھوں میں کڑے ڈالے سیہون کی زمین کی جانب رواں دواں ہوتے ہیں۔ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا عرس ۱۸، ۱۹، ۲۰ شعبان تین روز مسلسل رہتا ہے۔ عام دنوں میں تو سب فقراء مشترکہ طور پر دھمال کرتے رہتے ہیں لیکن عرس کے موقع پر مختلف حلقوں اور گروہوں کے فقراء جدا جدا دھمال سے اظہار عقیدت پیش کرتے ہیں۔

سب سے پہلے "ابدال" کی کافی والے فقراء اپنے مقررہ وقت پر دھمال کرتے ہیں۔ پہلے یہ دھمال باہر شروع ہوتا ہے اور کچھ دیر کے بعد اندر زیارت کے لئے چلے جاتے ہیں۔ جب مقررہ وقت ختم ہو جاتا ہے تو یہ واپس چلے آتے ہیں۔ اس کے بعد

کچہری کی کافی والے فقیر آتے ہیں۔ پھر سخی سلطان کے فقراء اور اس کے بعد اولادی امیر ابراہیم، شاہ بود بہار، جمن جتی، دودہ حقانی، حاکم علی شاہ، مزاری شاہ کے فقیر باری باری آتے ہیں۔ اس کے بعد بادل شاہ کی کافی کے فقراء آتے ہیں۔ اس طرح دھمال اور زیارت کا سلسلہ جاری رہتا ہے یہاں تک کہ ۲۰ تاریخ آجاتی ہے۔ عرس کا سلسلہ منتشر ہونا شروع ہو جاتا ہے اور دور دراز کے پردیسی اپنے اپنے گھروں کو سدھار جاتے ہیں۔



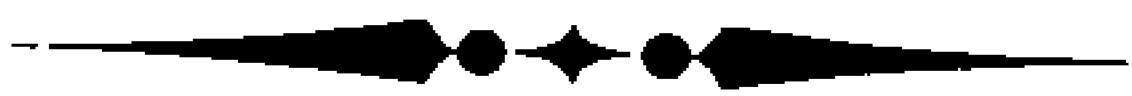
واقعہ نمبر (۹۲):

شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی مہندی

دھمال کا سلسلہ تین دن تک جاری رہتا ہے اس کے ساتھ ہر شام لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی مہندی نکالنے کی رسم ہوتی ہے۔ پہلے روز ۱۸ شعبان کو سید گل محمد شاہ کی طرف سے مہندی نکالی جاتی ہے۔ مہندی کے تھال ریشمی کپڑوں سے ڈھکی ہوتی ہے۔ بہت سے صوفی فقراء ساتھ ہوتے ہیں اور وجدانی حالت میں گاتے ناچتے اور رقص کرتے ہوئے درگاہ کی جانب رواں دواں ہوتے ہیں۔ یہ مہندی مغرب سے پہلے درگاہ پہنچ جاتی ہے۔

۱۹ شعبان کو فقیر مولچند کی جانب سے اسی شان وشوکت اور جوش وخروش سے مہندی نکالی جاتی ہے۔ اسی طرح تیسرے روز یعنی ۲۰ شعبان کو "قانون گو" خاندان کی جانب سے مہندی کی رسم ادا کی جاتی ہے۔

مہندی دراصل چادر چڑھانے کی رسم ہوتی ہے لیکن احترام کی وجہ سے اصطلاحاً اس کو مہندی کہا جاتا ہے۔ مہندی اور دھمال میں بھی ہر علاقہ اور ہر ملک کے لوگ شریک ہوتے ہیں۔ آتش بازی بھی چھوڑی جاتی ہے۔

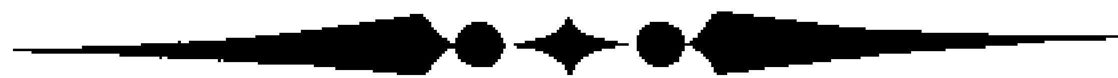


واقعہ نمبر (۹۳):

بگی

رجب المرجب کی ۲۰ تاریخ کو تمام فقراء یک ستونی پر جمع ہوتے ہیں اور یہ وہ جگہ ہے جو حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی چلہ گاہ کے نام سے معروف ہے۔اس رسم کا اہتمام بودلہ بہار رحمۃ اللہ علیہ کی کافی کے فقراء کرتے ہیں اور چلہ گاہ کی جگہ پر سرخ رنگ کا علم چڑھا کر رسم کا باقاعدہ آغاز کیا جاتا ہے۔

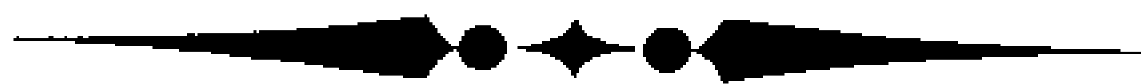
لنگر کے بعد تمام فقراء چارستونی پر جمع ہوتے ہیں اور ۲۱ رجب المرجب کی شب محفل سماع منعقد کی جاتی ہے۔اس رسم کے ذریعے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کی تقریبات کا آغاز شروع ہو جاتا ہے اور پھر ۱۸ شعبان المعظم تک فقراء کی آمد کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔



واقعہ نمبر (۹۴):

دشت شہباز

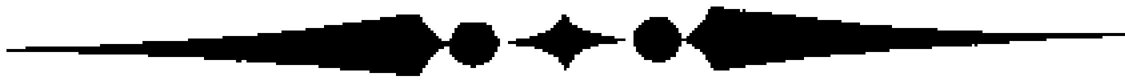
مکران میں ایک جگہ جسے دشت شہباز کہا جاتا ہے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی چلہ گاہ مشہور ہے اور یہ چلہ گاہ وادی پنجگور میں رخشاں نہر کے جنوب میں سرسبز میدان ہے۔ یہ نہر گوکپرش پہاڑوں سے نکل کر بحیرہ عرب میں ایک خلیج میں گرتی ہے اور صرف برسات کے موسم میں بہتی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں کچھ عرصہ گزارا ہے اور یہاں اوراد و وظائف اور مراقبہ میں مشغول رہے ہیں۔ یہ بھی منقول ہے کہ اسی جگہ پر مکران کے لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دست اقدس پر بیعت کی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہوئے۔



واقعہ نمبر (۹۵):

لوئے کا پل

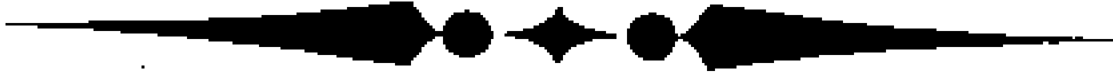
ننگر سے دو دن کی مسافت پر ایک چھوٹا سا نالہ ہے جس کے کنارے پر لوئے کا ایک درخت موجود ہے جس کا تنا نالے کے اوپر پل کی مانند رکھا ہوا ہے۔ روایت کے مطابق آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نالے پر لکڑی رکھ کر اپنے رفقاء کے ہمراہ اسے پار کیا تھا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے قدم مبارک کی برکت سے اس کی ایک جانب جڑیں پھوٹ گئیں اور یہ درخت پیدا ہو گیا۔ یہ بھی منقول ہے کہ اگر لکڑی کسی وجہ سے خراب ہو جائے تو نئی جڑیں پھوٹ جاتی ہیں اور پھر کچھ دنوں میں ایک ہرا بھرا درخت وہاں موجود ہوتا ہے۔



واقعہ نمبر ۹۶:

کندری نہر

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے منگھو پیر سے ملاقات کے دوران کندری یعنی چھوٹا نیزہ نصب کیا تھا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جس جگہ کندری نصب کی تھی وہاں سے ایک چشمہ پھوٹ پڑا اور یہ جگہ قلندر کی کشتی کے نام سے مشہور ہوئی۔ منگھو پہاڑ پر کندری نامی نہر بھی اسی کی یادگار ہے اور اس کے اطراف میں نہایت خوبصورت باغات اور فقراء کے تکیے ہیں۔



واقعہ نمبر (۹۷):

یک ستونی اور چار ستونی

سیہون شہر کے جنوب میں ریلوے اسٹیشن کے نزدیک پہاڑ میں ایک غار موجود ہے اس غار میں حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے چلہ کشی کی ہے اور غار کے درمیان میں ایک پتھر کا ستون بھی ہے جس کو یک ستونی کہا جاتا ہے جبکہ غار میں قبلہ رخ محراب کی مانند ایک خندق بھی ہے جہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ بیٹھ کر عبادت میں مشغول رہا کرتے تھے اس کے اوپر پہاڑ پر ایک چبوترہ موجود ہے جس کے چاروں کونوں پر چار ستون ہیں اور انہیں چار ستونی کہا جاتا ہے اور اس چلہ گاہ کو قلندر کا تخت بھی کہا جاتا ہے۔ اس چبوترے کا فرش چونے اور گچ سے بنا ہوا ہے اور اتنا بڑا ہے کہ اس پر تین چار سو افراد باآسانی بیٹھ سکتے ہیں۔ اس چبوترے کے درمیان میں ایک فٹ اونچا ایک اور چبوترہ ہے جس کو اس چبوترے پر مرکزی حیثیت حاصل ہے اور اس کے متعلق منقول ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے رفقاء کے ہمراہ اسی چبوترے پر بیٹھ کر گفتگو کیا کرتے تھے۔ اس چبوترے کی موجودہ ہیئت میر ابوالقاسم نمکین کی قائم کردہ ہے جو گیارہویں صدی ہجری میں سیہون کا حاکم تھا اور اس نے اس چبوترے کو "صفۂ وفا" کا نام دیا تھا۔ یک ستونی کی مشرقی سمت ایک مزار موجود ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ یہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید کی قبر ہے اور ایک روایت کے مطابق یہ ایک مالدار سوداگر کی قبر ہے جس نے دنیاوی دولت کو ٹھکرا کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اختیار کی تھی۔

واقعہ نمبر (۹۸):

لعل باغ

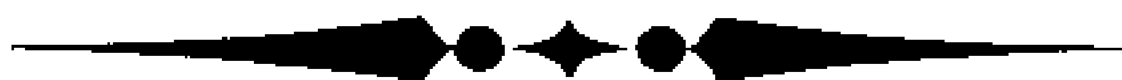
سیہون شہر سے قریباً دو میل کے فاصلے پر اڑل نہر کے نزدیک ریلوے ٹریک کے نزدیک کئی درخت اور پھولوں کی کیاریاں موجود ہیں۔ پہاڑ کے دامن میں ریگستان کے درمیان ایک باغ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی زندہ کرامت ہے اور لعل باغ کے نام سے معروف ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ پاک کے لئے پھول اسی باغ سے لائے جاتے ہیں اور اس باغ کو ایک بہتی ہوئی نالی آباد کرتی ہے جو پہاڑوں کے درمیان سے بہتی ہوئی آتی ہے۔ اس باغ میں ایک درخت لعل جولنو ہے جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بلند مرتبہ کی گواہی دیتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ارادت مندوں نے اس باغ کے گرد چاردیواری تعمیر کروا دی ہے اور اس درخت کے نزدیک ایک چبوترہ بھی تعمیر کر دیا ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ اگر کوئی سانس روک کر اس کے گرد چکر لگائے گا تو اس کی دلی مراد پوری ہوگی۔ اس درخت کے جنوب میں "روٹ" ہے اور روٹ موٹی روٹی کو کہتے ہیں۔ اس جگہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک کے ایام میں لعل سائیں کا روٹ پکتا ہے۔

لعل باغ کے جنوب میں روٹ کی جگہ سے کچھ آگے دھونی کی جگہ ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ اس جگہ ضروری حاجت کے وقت تشریف لے جاتے تھے۔

واقعہ نمبر (۹۹):

لعل جا جھولا

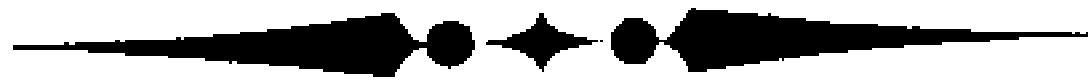
حیاتِ قلندر شہباز کے مطابق پسنی میں لعل جا جھولا نام کی ایک زیارت گاہ ہے اور یہ پسنی اور گوادر کے علاقے میں ساحل سمندر سے ہٹ کر بحیرہ عرب کے ایک اندر ایک لال جزیرہ میں موجود ہے جسے مختلف زمانوں میں مختلف ناموں سے پکارا جاتا رہا ہے۔ اس جگہ حضرت لعل شہباز قلندر اور حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی مشترکہ آمد کے کئی شواہد بھی موجود ہیں اور یہ بھی مشہور ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ یہاں اس لئے تشریف لائے تھے کہ یہاں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی گھوڑی کے سموں کے نشانات موجود ہیں۔



واقعہ نمبر (۱۰۰):

کافر کوٹ

کافر کوٹ ایک قلعہ ہے جس کے متعلق یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس کی تعمیر کس نے کروائی تھی مگر مورخین لکھتے ہیں کہ سکندر اعظم نے اس قلعہ کو فتح کیا تھا اور پھر اس کی مرمت کروائی تھی جس کے بعد اسے قلعہ کو "قلعہ سکندر" کہا جانے لگا۔ اس قلعے کے اوپر راجہ بھرتھری کا محل تھا اور راجہ بھرتھری کے متعلق منقول ہے کہ وہ وکرماجیت کا چھوٹا بھائی تھا۔ ترخانی دور میں مرزا جانی بیگ نے اس قلعہ کی ازسرنو مرمت کروائی تھی اور اپنی فوج یہاں رکھی تھی۔ اس قلعہ کو جلال الدین اکبر کا سپہ سالار خان خاناں بھی فتح نہ کرسکا تھا۔ یہ قلعہ تالپور اور اس سے قبل کلہوڑا عہد تک انتہائی عمدہ حالت میں رہا تھا مگر بعد میں آہستہ آہستہ مٹی کے ڈھیر میں تبدیل ہوگیا۔

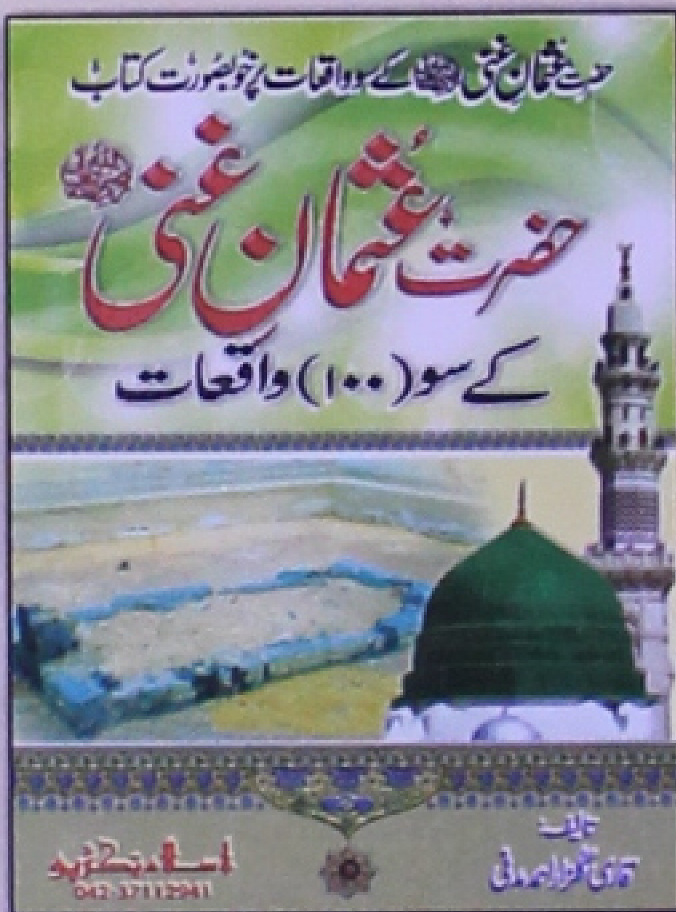


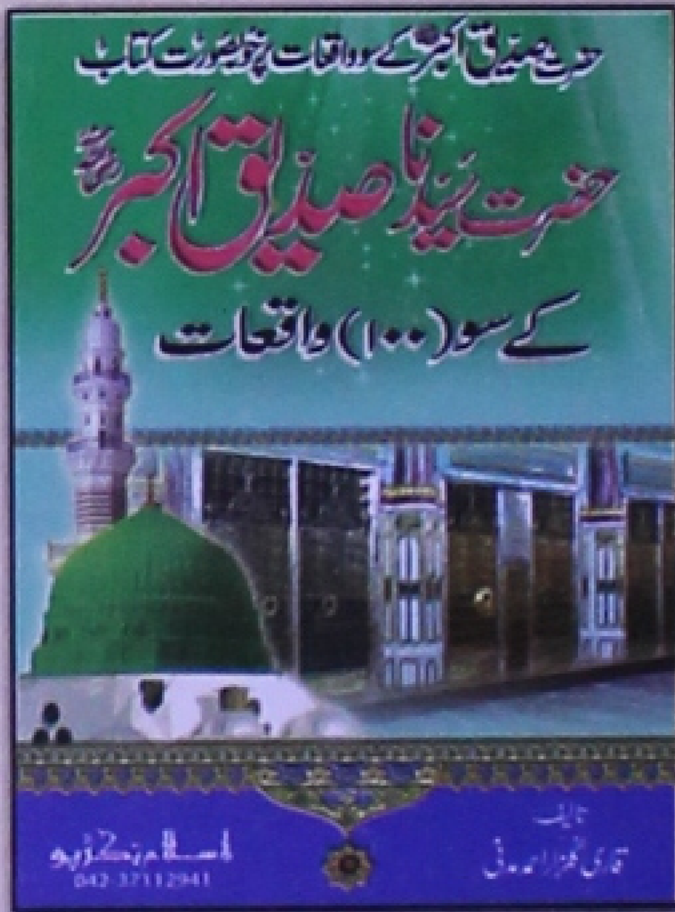
کتابیات

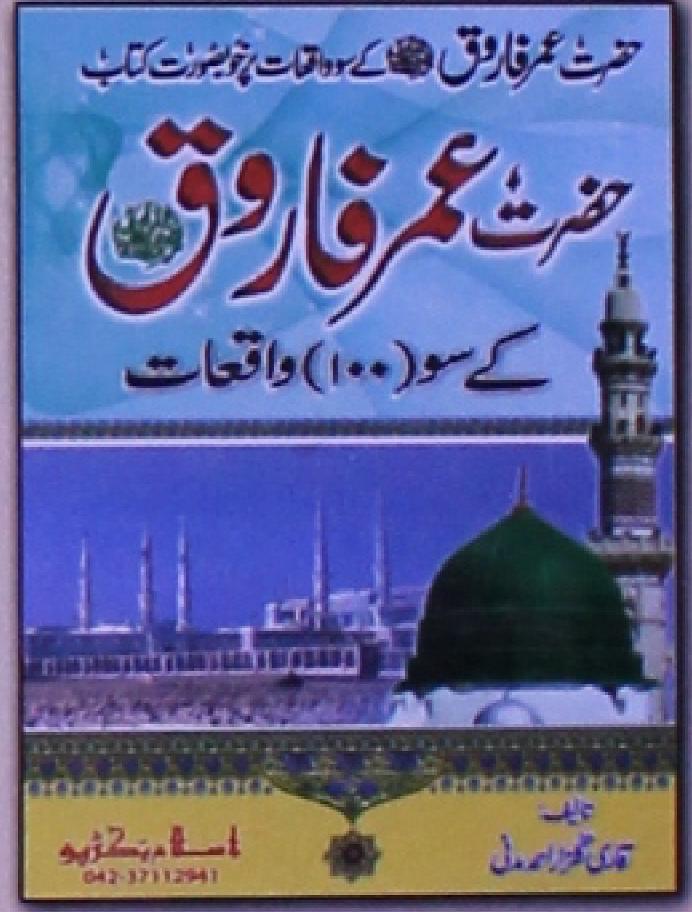
۱۔ قرآن مجید
۲۔ تفسیر کنز الایمان از اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ
۳۔ سیرت حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ از عالم فقری
۴۔ اللہ کے سفیر از خان آصف
۵۔ تذکرۃ الاولیاء از فرید الدین عطار
۶۔ اقوالِ اولیاء از فقیر محمد جاوید قادری رحمۃ اللہ علیہ
۷۔ سیر الاولیاء از خواجہ سید محمد مبارک میر خورد دہلوی
۸۔ مراۃ الاسرار از حضرت شیخ عبد الرحمن چشتی قدس سرہ
۹۔ خزینۃ الاصفیاء از مفتی غلام سرور لاہور
۱۰۔ حقیقت تصوف اور بو علی قلندر از علامہ محمد جاوید
۱۱۔ سیرت حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ از سید ارتضیٰ علی کرمانی
۱۲۔ سیرت حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ از حبیب القادری
۱۳۔ سیرت حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ از حکیم سید خاور حسین قادری

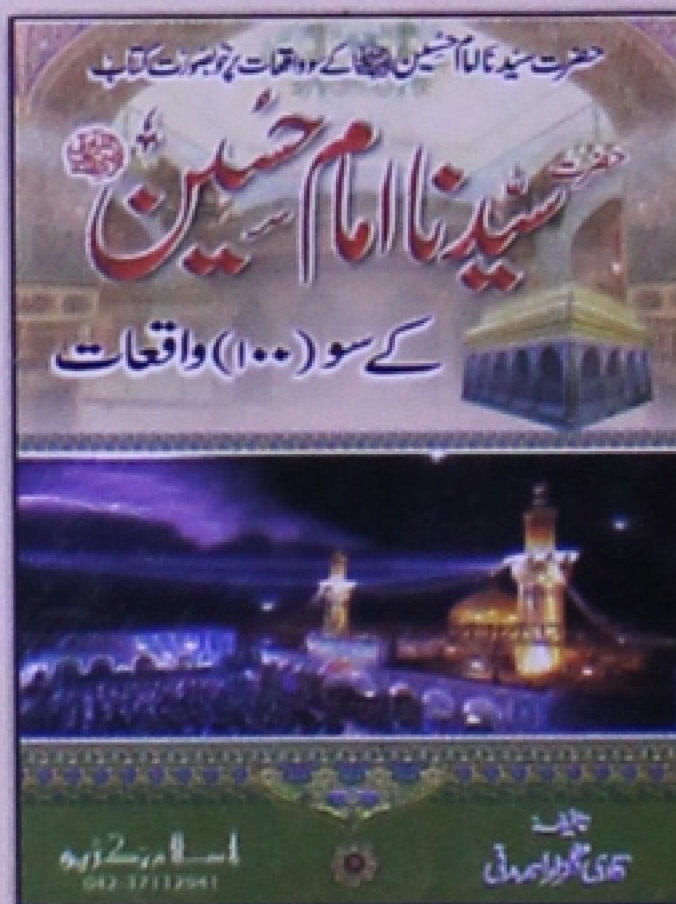
ہمارے ادارے کی دیگر مطبوعات

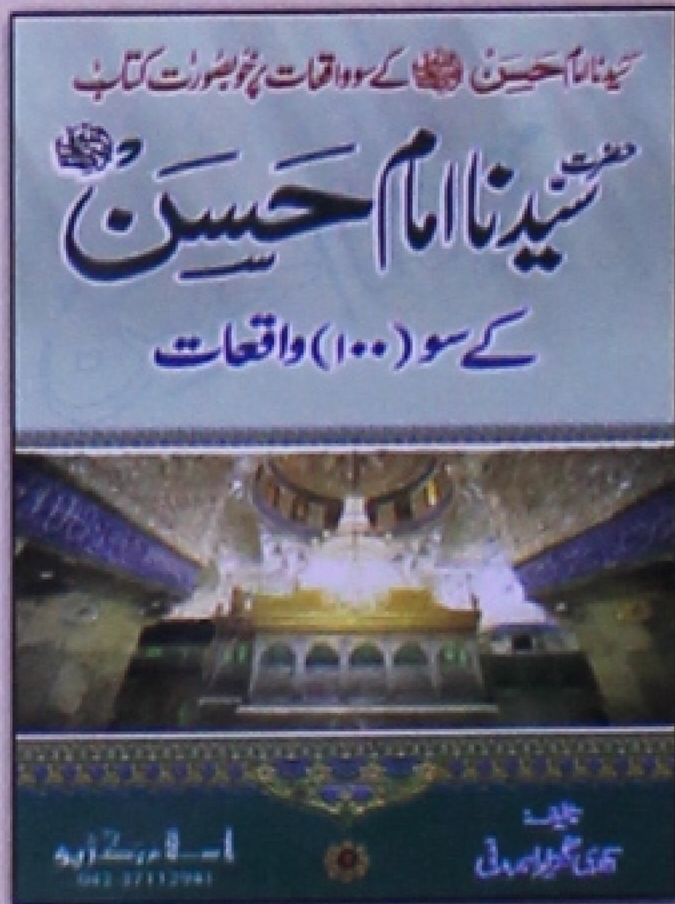
دلکش طباعت تحقیقی اور منفرد موضوعات معیار اور جدت کی علامت

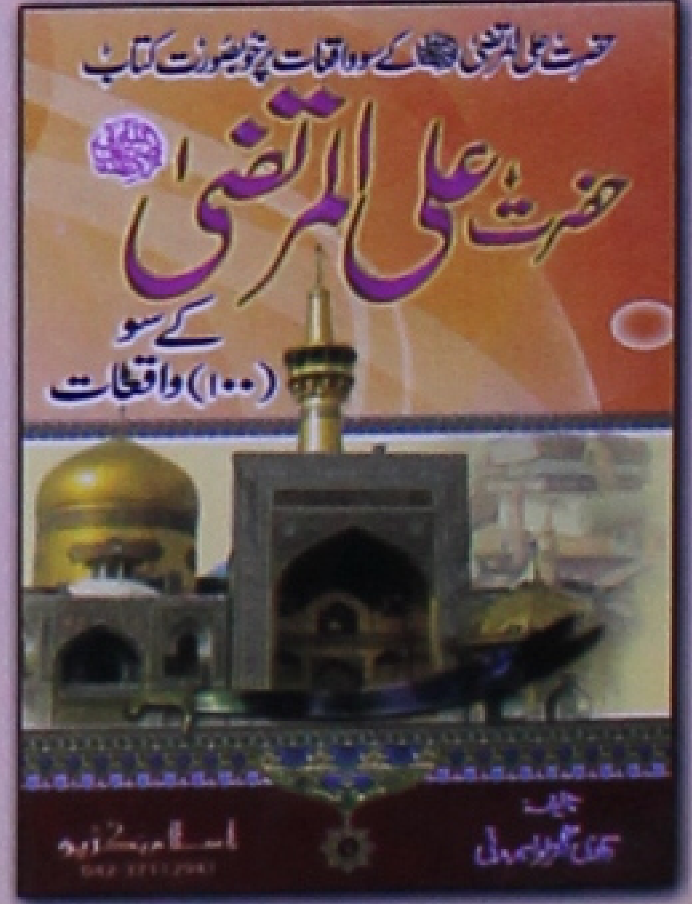


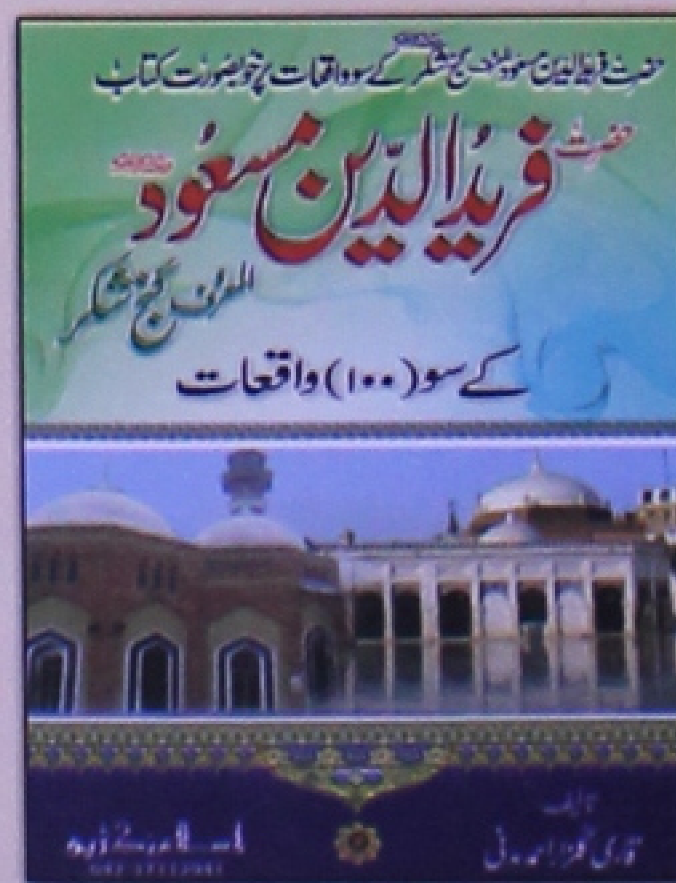


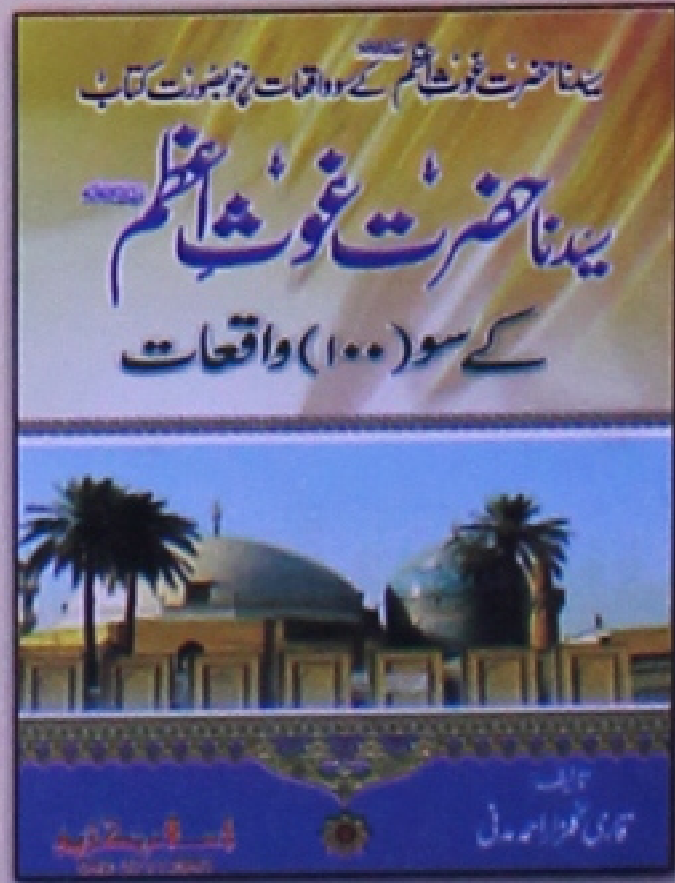


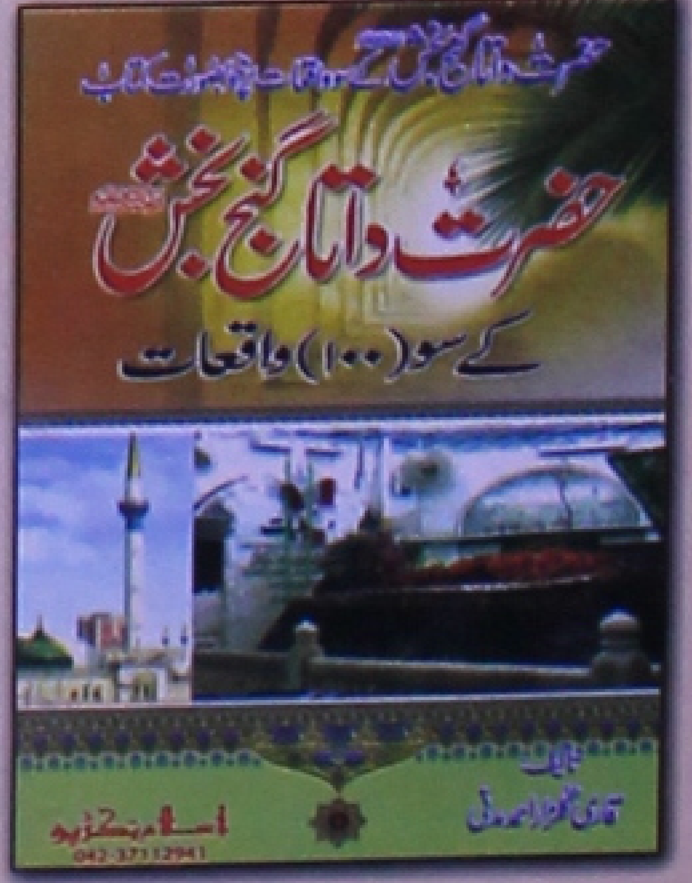












اسلام بک ڈپو ۱۲ گنج بخش روڈ لاہور